لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۱۸	۲۵ جولائی ۱۹۸۶ء مطابق ۱۸ ذلقعدہ ۱۴۰۶ھ	جلد نمبر ۲۲

نگران اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الأزہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ:
منیجر "تعمیر حیات"
پوسٹ بکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زر تعاون

سالانہ : تیس روپے
ششماہی : بیس روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ پچاس پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، اجملہ ڈاک: ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۱۵ ڈالر
افریقی ممالک : ۱۸ ڈالر
یورپ وامریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ

چیک، ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ تیس روپے ارسال فرمایئے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

اداریہ

— محمود الأزہار ندوی

فکر کی بات

آزادی کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف ملک کی اکثریت کے ذہن میں اتنی تیزی سے زہر افشانی کی جاتی رہی ہے اور حقائق کو اس قدر توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا رہا ہے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، وشو ہندو پریشد، شیو سینا، راشٹریہ سیوک سنگھ جیسی فرقہ پرست تنظیموں کے لیڈر اپنے بیانات کے ذریعہ زہر پھیلاتے رہے ہیں، اور اکثریت کے ذہن کو مسموم کرتے رہے ہیں، اور اس کے نتائج فسادات کی شکل میں ظاہر ہوتے رہے ہیں، اور فسادات اتنے تسلسل کے ساتھ ہوتے رہے ہیں گویا وہ معمول زندگی بن گئے ہیں۔

مذکورہ تنظیموں کی جانب سے خاص طور سے شریعت اسلامیہ اور تاریخ اسلام کے اول دور، ہندوستان کے مسلم دور کو چھوڑ کر ایسے خیالات کا اظہار نہیں کیا جاتا رہا ہے جس سے اندازہ ہوسکے کہ وہ مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ان کو علمی اور تاریخی نقصان بھی پہنچانے کے درپے ہیں اور حقائق کو مسخ کرکے پیش کر رہے ہیں، مگر اب ان تنظیموں نے ایسے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کر لئے ہیں جن کا کام ہی صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف آئے دن اپنی تحقیقات کے ذریعہ زہر افشانی کریں اور ایسے مواد پیش کریں جو یہ تاثر دیں کہ مسلمانوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مخالفت کریں اور لڑیں جھگڑیں بلکہ ان کے مذہب کا یہ جزء ہے کہ وہ جہاد کریں، یعنی غیر مسلموں کو تلوار کی نوک کے سہارے اطاعت پر مجبور کریں اور ان کے مقابلہ میں صف آرا ہوں، ان ہی میں دہلی میں قائم دین دیال اپادھیائے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے جو جنتا دور حکومت کی دین ہے جس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کمپیوٹرائزڈ زہریلا مواد تیار کرے اور ایسے افراد کی سرپرستی کرے جو اس قسم کے مواد تیار کرنے میں معاون ہوتے ہیں یہ ادارہ اس قسم کے مواد کو بڑے اہتمام سے شائع کرتا ہے، جیسے وہ مسلمانوں کے خلاف گویا کسی گمشدہ چیز کا انکشاف کر رہا ہے، اس ادارہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام "تبدیلی مذہب کی سیاست" ہے، اس میں اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلانے کا پورا پورا مواد جمع کر دیا گیا ہے، اور آغاز اسلام کی تاریخ کو مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے اور کفار مکہ کی تاریخ نویسی کا یہ معرکۃ الآرا کام انجام دیا گیا ہے اور یہ تخیل دیا گیا ہے کہ مسلمان چاہے آغاز اسلام کے ہوں یا موجودہ دور کے ان کا عقیدہ ہی ہے کہ کفار قریش کے آباء واجداد کو جہنم رسید کریں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے کفار کو حق وصداقت، راست بازی، طہارت وپاکیزگی، امانت داری، اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی اور اسے فروغ دیا جس کا اظہار ان کے سلوک اور رہن سہن سے ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا کتاب میں اسلام کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:۔ "اسلام کا ماخذ عربی کا لفظ سلام ہے اس کا مفہوم امن یا اطاعت بتایا گیا ہے جو موقع ومحل کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ مسلمان اگر کسی ملک میں اقتدار میں نہ ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے امن، لیکن مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قابض ہوتے ہی اس کا مفہوم بدل جاتا ہے، اس وقت اس کا مطلب ہوتا ہے اطاعت اور وہ بھی تلوار کی نوک پر، کہا تو یہ جاتا ہے کہ اسلام کے مطابق اطاعت صرف خدائے واحد یعنی اللہ تعالیٰ کی کی جانی چاہئے، لیکن اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس اطاعت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے، جو پیغمبر کی، اس کے واحد ترجمان کی اطاعت کے ساتھ مشروط نہ ہو، عملاً اس کا مطلب ہوتا ہے اس ملا کی اطاعت جو اخلاقی اور روحانی معاملات میں حکم کی حیثیت رکھنے والے سلطان وقت کی نگاہوں میں قرآن وحدیث کا معتبر شارح قرار پاتا ہے۔

قربانی

کی اہمیت

فضائل

احکام

مولانا عبد الرؤف

قربانی کی ابتدا:

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، نبیوں کا خواب سچا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا اور ایسی بات اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم دیئے جانے کے برابر مانی جاتی تھی اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا:

"یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین"۔ (سورۂ صٰفٰت رکوع ۳)

یعنی اے اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کر لیجئے آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے لے کر چلے اور منیٰ میں جا کر ذبح کرنے کی نیت سے ایک چھری ساتھ لی (منیٰ مکہ معظمہ میں تین میل دور دو پہاڑیوں کے درمیان ایک بہت لمبا میدان ہے) جب منیٰ میں داخل ہونے لگے تو ان کے بیٹے کو شیطان بہکانے لگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ چلا تو شیطان کو اللہ اکبر کہہ کر سات کنکریاں ماریں، جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا دونوں باپ بیٹے آگے بڑھے تو زمین نے شیطان کو چھوڑ دیا کچھ دور جا کر شیطان پھر بہکانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے اللہ اکبر کہہ کر سات کنکریاں ماریں، وہ پھر زمین میں دھنس گیا، یہ دونوں باپ بیٹے آگے بڑھے تو پھر زمین نے اس کو چھوڑ دیا، وہ پھر آکر ورغلانے لگا، حضرت ابراہیم ع نے پھر سے اللہ اکبر کہہ کر سات کنکریاں ماریں پھر وہ زمین میں دھنس گیا اور اس کے بعد آگے بڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا، ابھی ذبح کرنے نہ پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ندا آئی۔

"یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا"

یعنی اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دیا، پھر اللہ پاک نے ایک مینڈھا بھیجا جسے اپنے بیٹے کی جانب سے حضرت ابراہیم نے ذبح کر دیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ جل مجدہ کا ارشاد ہے۔

"وفدیناہ بذبح عظیم"۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں کتب تفسیر روح المعانی وغیرہ سورۂ صافات)

ذبح کیا مینڈھا، اور ثواب مل گیا بیٹے کی قربانی کا، کیونکہ دونوں باپ بیٹے اپنے دل وجان سے اس کام کے انجام دینے کو طے کر چکے تھے جس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا تھا باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور بیٹا ذبح ہونے کے لئے بخوشی لیٹ گیا، دونوں نے اپنی جانب سے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اللہ جل شانہ کے یہاں نیت دیکھی جاتی ہے اپنی نیت میں یہ دونوں سچے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "فلما اسلما وتلہ للجبین"

یہ واقعہ قربانی کی ابتدا ہے اور حج کے موقع پر جو کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کی ابتدا بھی اسی واقعہ سے ہوئی ہے حاجی انہی تین جگہوں میں کنکریاں مارتے ہیں، جہاں شیطان زمین میں دھنس گیا تھا اب اس جگہ کی نشاندہی کے لئے پتھر کے مینار بنا دیئے گئے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جانوروں کی قربانی کرنا عبادت میں شمار ہو گیا چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بھی قربانی مشروع کی گئی ہر صاحب حیثیت پر قربانی واجب ہے اور اگر کسی کی اتنی حیثیت نہ ہو اور قربانی کر دے تب بھی ثواب عظیم کا مستحق ہوگا۔

قربانی کرنے کی فضیلت

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا۔ (اور یہ چیزیں ثواب عظیم ملنے کا ذریعہ بنیں گی) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوشدلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی شریف)

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن فرمایا کہ آج کے دن کوئی قربانی سے بہتر عمل نہیں کرتا، الا یہ کہ صلہ رحمی کرے دیا دیکھ کر صلہ رحمی نفلی قربانی کا بدل تو ہو سکتی ہے واجب قربانی کا نہیں۔ (طبرانی)

قربانی کا پہلا قطرہ گرتے ہی تمام گناہوں کی بخشش۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے فاطمہ رض: جاؤ اپنی قربانی پر حاضری دو، کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اسے ستر گنا (بھاری کرکے) تمہارے میزان میں رکھا جائیگا، حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ عظیم الشان فضیلت سن کر بے ساختہ) عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ (فضیلت عظیمہ صرف) آل محمد کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ (واقعۃً) اس کار خیر کے زیادہ مستحق ہیں یا آل محمد اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا (یہ عظیم الشان فضیلت) آل محمد کے لئے تو بطور خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی عام ہے (یعنی ہر مسلمان کو بھی قربانی کرنے کے بعد یہ فضیلت حاصل ہوگی) (الترغیب والترہیب)

تشریح:

اس روایت سے دو اہم فضیلت معلوم ہوئیں:۔ قربانی کے جانور کا پہلا خون کا قطرہ گرتے ہی قربانی کرنے والے کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اس کو ستر گنا وزنی کرکے میزان میں رکھا جائے گا۔

اس لئے نہایت خوش دلی اور فراخدلی سے قربانی کرنی چاہئے، واجب نہ ہو تو بھی ان فضیلتوں کو حاصل کرنے کے لئے قربانی کر ہی لینی چاہئے۔

مسئلہ: اپنی قربانی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے بھی ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود حاضر رہنا افضل ہے (درمختار)

بقرعید کے دن قربانی پر پیسہ خرچ کرنا افضل ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید کے دن قربانی کا جانور (خریدنے) کے لئے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (طبرانی)

قربانی کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔

حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا (تمہارا فائدہ یہ ہے کہ تمہیں قربانی کے جانور کے) ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی انہوں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! (جن جانوروں کے بدن پر اون ہے اس) اون کا کیا حکم ہے؟ (کیا اس پر بھی کچھ ملے گا) آپ نے فرمایا: اون کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی ملے گی۔ (الترغیب والترہیب)

تشریح: غور کیجئے! اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں مل جائیں دنبے اور بھیڑ کے بدن پر کتنے لاتعداد بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گننا چاہے تو بھی نہ گن سکے، تو سوچئے ہمارے ہزار دو ہزار کے مقابلے میں کتنی بے حساب نیکیاں ہوئیں اس قدر اجر و ثواب کو دیکھ کر قربانی کرنی چاہئے، واجب تو واجب ہے ہی اگر وسعت ہو تو نفلی قربانی بھی کرنی چاہئے ان مبارک دنوں کے چلے جانے کے بعد پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اور اس آسانی سے یہ بے شمار نیکیاں کہاں میسر ہوں گی، پھر اگر اللہ جل شانہ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہے تو جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے وہاں اپنے مرحوم عزیزوں کی طرف سے بھی کرے مثلاً ماں، باپ، بہن، بھائی وغیرہ ان کی طرف سے قربانی کرنے سے ان کی روح کو اتنا عظیم الشان ثواب پہنچ جائے گا، اور کیا ہی اچھا ہو کہ محسن اعظم نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور آپ کے اہلبیت کی طرف سے بھی قربانی کی جائے، ورنہ کم از کم اپنی واجب قربانی تو ضرور ہی کر دے، جس شخص نے قربانی واجب ہوتے ہوئے نہ کی تو اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم کون ہوگا؟ حدیث میں ایسے شخص کو عیدگاہ میں حاضری ہی سے منع کر دیا گیا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

واجب قربانی نہ کرنے پر وعید۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو (ایسا آدمی) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو (الترغیب والترہیب)

تشریح: جو لوگ مالی وسعت اور قربانی کی استطاعت رکھتے ہوئے اپنی واجب قربانی ادا نہیں کرتے وہ آنکھیں کھولیں، اور اپنے ایمان کی خیر منائیں، اول ہی خسارہ کیا کم تھا، کہ قربانی نہ کرنے سے اتنے بڑے ثواب سے محروم ہوئے، پھر اس پر مجسم رحمت بیکر شفقت

بقیہ ص ۱۲

اسلامی تاریخ سے متعلق قریش کے مسلک کی طرفداری کرتے ہوئے تحریر ہے "مسلم ملاؤں نے ہجرت کے بعد مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ سالہ قیام کے دوران انہیں ٹھیک اسی طرح مظلوم بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس طرح چرچ نے روم میں ابتدائی مشنریوں کو مظلوم بنا کر پیش کیا تھا، انہوں نے مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں اور تشدد کی داستانوں کے ذریعہ ان کے اپنے لوگوں یعنی اہل قریش کے تئیں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی انتہائی کارروائیوں کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا دوسرا رخ کیا ہے اسے دکھانے کے لئے قریش کی اس وقت کی تاریخ موجود نہیں ہے لیکن اس وقت کے اسلامی ریکارڈ میں بہت سی ایسی چیزیں ملتی ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ فی الواقع جارح کون تھا، اور جارحیت کا شکار کیسے بنایا گیا، ایک شخص اپنے والدین سمیت عربوں کے آباء و اجداد کو ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق قرار دے رہا تھا، وہ اس بات پر اصرار کر رہا تھا کہ اسے اللہ واحد کا واحد پیغمبر مان لیا جائے اور یہ دھمکی بھی سنا رہا تھا کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں عربوں کی موجودہ اور آئندہ نسلیں جہنم کا ایندھن بنیں گی، اگر اہل قریش اس کے خلاف رد عمل کا مظاہرہ نہ کرتے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے یہ نہ کہتے کہ وہ ان کا شہر چھوڑ کر وہاں چلے جائیں جہاں ان کی بات توجہ سے سننے والے مل سکیں تو انہیں بلاشبہ ایک مردہ قوم ہی کہا جاتا، قریش کا یہی جرم ہے جس کے لئے مسلم ملاؤں نے ماقبل اسلام کے عرب کے مذہب اور کلچر پر سیاہی مل دی اور اسے دور جاہلیت قرار دیا، ملا یہ بھول گئے کہ عربی زبان جو قرآن و حدیث میں ان کا قابل فخر اثاثہ قرار پاتی ہے وہ نہ تو ان کے پیغمبر کی دین ہے، اور نہ اللہ نے اسے وحی کے ذریعہ نازل کیا ہے"

(دعوت ۱۰ جولائی ۱۹۸۶ء)

جب کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات اور قریش کے سلوک کا پورا اظہار حضرت جعفر نے نجاشی کے دربار میں کفار قریش کے سفراء عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کی موجودگی میں کر دیا تھا، اس میں کسی بات کی تردید ان سفراء نے نہ کی تھی بلکہ اس کے برخلاف دوسری باتیں پیش کی تھیں، اور نجاشی نے حضرت جعفر کی تقریر پر مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دیا تھا اور سفراء قریش کو ناکام و نامراد واپس ہونا پڑا تھا، حضرت جعفر کی تقریر اسلام کی حقانیت صداقت اور اخوت کی بیّن دلیل ہے انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:

"اے بادشاہ ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے بدکاری اور قطع رحم کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ زیادتی سے پیش آتے تھے، ہم میں کا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا، ان حالات میں ہم میں خدا نے ایک پیغمبر بھیجا جس کی صداقت، پاکبازی، امانت داری، اور حسب نسب سے ہم سب واقف ہیں، اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور ہمیں تعلیم دی کہ ہم بتوں کی پرستش چھوڑ دیں، صرف خدائے واحد کی پرستش کریں، سچ بولیں امانت داری اور صلہ رحمی کریں، انسانوں کا حق ادا کریں، خونریزی اور حرام باتوں کو چھوڑ دیں، عفیفہ (پاکدامن) عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، ہم اس پیغمبر پر ایمان لائے اس کی تعلیمات کو قبول کیا، شرک چھوڑ کر خدا کی پرستش کو اختیار کیا، حلال و حرام کو پہچانا اور تمام اعمال بد سے باز آئے، اس جرم میں ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم کو طرح طرح کی اذیتیں دیتی ہے کہ ان باتوں کو چھوڑ کر پھر گمراہی اختیار کر لیں" (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی مرحوم، جلد اول ص ۲۶)

یہی ہیں وہ تعلیمات جس پر مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں اور پرسکون ماحول میں زندگی گذارتے ہیں، اپنا اور اپنے پڑوسی کا حق ادا کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات پر پوری طرح سے عمل کرتے ہیں۔

دین دیال اپادھیائے کی مذکورہ کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو جارح بنا کر پیش کیا گیا ہے اور یہ تخیل دیا گیا ہے کہ ان کے خلاف جو رد عمل سامنے آ رہا ہے ان ہی کا پیدا کردہ ہے اس سے قبل بھی اکثریت کے لیڈر مسلمانوں کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں اور یہ ہوا کھڑا کرتے رہے ہیں کہ وہ اقتدار کو ابھی تک بھولے نہیں ہیں اور فسادات میں پیش پیش رہتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، جب اعداد و شمار جمع کئے جاتے ہیں تو جانی و مالی نقصان مسلمانوں ہی کا نکلتا ہے، یہ کیسی ہوس اقتدار ہے جو مسلمانوں کو چالیس سال سے گرفتار کئے ہوئے ہے، اور ان کو اس کے حصول میں ناکامی ہی کا سامنا ہے۔

اس کتاب کے ذریعہ یہ ادارہ اکثریت کے اس طبقہ کو گمراہ کر سکتا ہے جو مسلمانوں سے متعلق منفی سوچ اور تخیل رکھتا ہے، مگر ہندو معاشرہ میں ذات پات اور برادریوں کا جو اتار چڑھاؤ ہے اور جس کے ذریعہ ایک طبقہ مظلوم اور مسکین ہے، اور یہی اس کی مظلومیت و مسکینیت اسے اسلام کی طرف راغب کر رہی ہے، اور اسے اسلام کا مطالعہ کرنے پر مجبور کر رہی ہے، وہ اس پر کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے اور جس مقصد کو سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے اس کا تو حصول ممکن ہی نہیں، البتہ فتنہ و فساد اور عناد کی خلیج کو اس کے ذریعہ وسعت مل سکتی ہے اور دونوں طبقوں کے درمیان جو ہم آہنگی اور ربط و تعلق کی فضا کسی حد تک قائم ہے وہ معدوم ہو جائیگی اور جو دونوں طبقوں کے لئے بلکہ پورے ملک و قوم کے لئے ایک دھماکہ ثابت ہو سکتا ہے یہ صورت حال ارباب حل و عقد اور اہل حکومت کے لئے ایک تازیانہ ہے، انہیں اس کی بہت جلد فکر کرنی چاہئے، اور ملک و قوم کو دیمک کی طرح اندر اندر کھوکھلا کرنے والی اس سازش پر فوری دارو گیر کرنی چاہئے۔

کہ یہی ملک و قوم کی بہی خواہی کا تقاضا ہے کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے۔

تعمیر حیات اور الندوہ

الندوہ کے دوبارہ اجراء کے موقع پر مولانا سید سلیمان ندوی نے اس کے مقاصد اجراء پر روشنی ڈالتے ہوئے جون ۱۹۴۰ء کے الندوہ میں لکھا ہے

"ہر زمانہ کی ضرورتیں دوسرے زمانے سے مختلف ہوتی ہیں اور مذاق علمی بھی بدلتا رہتا ہے، الندوہ کے پہلے دور میں جس قسم کے مضامین اس میں نکلتے رہے جدید دور میں وہ رنگ قائم نہ رہ سکے گا، اب حالات کا اقتضا اور ضرورتوں کا تقاضا کچھ اور ہی ہے، عربی تعلیم کی ضرورت، عربی مدارس کی اہمیت، علوم اسلامیہ کی اشاعت، مسلمانوں کی اخلاقی و اقتصادی اصلاح، مسرفانہ غیر شرعی رسوم و رواج کا ابطال اور اسلامی مسائل کی صحیح تشریح اس رسالہ کی آئندہ زندگی کا مقصد ہے۔"

خدا کا شکر ہے کہ تعمیر حیات انہیں خطوط پر سرگرم عمل ہے

محمد عبید اللہ الاسعدی کی دیگر تصانیف

اسلام عمل زندگی ... ۳۰/-
تجدید ... اور اسلامی تعلیمات ... ۱۵/-
تسہیل البلاغۃ ... ۶/۵۰
تسہیل اصول الفقہ ... مختصر اردو رسالہ ... ۱/۵۰
علوم الحدیث ... ۱۲/-
حقیقت نما ... ۲/۵۰
الاستکاف ... ۱/۵۰

مکتبہ رحمانیہ مقام و پوسٹ ... ضلع باندہ

اردو میں آسان اسلوب اور عام فہم ترتیب و تشریح کے ساتھ

محمد عبید اللہ الاسعدی

اصول الفقہ

تقریظ: مولانا محمد تقی عثمانی صاحب رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان و نائب مہتمم دار العلوم کراچی

مقدمہ: ...
باب اول: مباحث کتاب اللہ ...
باب دوم: مباحث سنت ...
باب سوم: مباحث اجماع
باب چہارم: اجتہاد و قیاس ...
خاتمہ: تعارض دلائل

مکتبہ ... لکھنؤ

اسلامی معاشرہ کو درپیش حقیقی خطرات اور ان کا سد باب

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

۲۹ جون ۱۹۸۶ء اتوار کی شام کو کراچی میں فاران کلب کی جانب سے دیئے گئے عصرانہ کے موقعہ پر ہوٹل میں مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی تقریر، جلسہ کی صدارت کراچی کے میئر عبد الستار صاحب افغانی نے کی۔

صدر محترم، حضرات گرامی قدر، برادران عزیز! میرے لئے بڑی مسرت اور اس کے ساتھ عزت کی بات ہے کہ مجھے ایک ایسے اہم مقام پر، ایسے چیدہ مجمع سے خطاب کرنے کا موقعہ مل رہا ہے، ایک داعی، مسلمانوں کے سلسلہ میں ایک فکرمند انسان، اور ایک مطالعہ کرنے والے آدمی کے لئے یہ خوش قسمتی کی بات ہے، اور میں تشکر و امتنان کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

حضرات! میری حقیر ذات کے بارہ میں ازراہ کرم و ازراہ محبت بہت کچھ کہا گیا، لیکن میں خود اپنا تعارف کراتا ہوں، میں قرآن مجید کا ایک حقیر طالب علم ہوں، اور واقعہ یہ ہے کہ میری تمام فکر، تحریر و تقریر اور اظہار خیال کا منظر اور مرکز بلکہ اس کا سرچشمہ قرآن مجید کا محدود مطالعہ ہے "چھوٹا منہ بڑی بات" ہوگی لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ، ع

ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھنے پڑھنے کی توفیق دی اور اپنے مطالعہ کا حاصل پڑھنے والوں کے سامنے رکھنے کا موقع دیا، وہ سب قرآن مجید ہی کا فیضان ہے۔

قرآن مجید کے بعد میں تاریخ انسانی کا، اقوام و ملل کی تاریخ کا بھی، امت اسلامیہ کی تاریخ کا بھی، تہذیبوں، فلسفوں، سلطنتوں اور اصلاحی، تربیتی اور انقلابی تحریکات و مساعی کی تاریخ کا بھی ایک حقیر طالب علم ہوں، میں تاریخ کو قرآن کی تفسیر کہنے کی جرأت تو نہیں کر سکتا، لیکن قرآن مجید کی تصدیق ضرور کہوں گا، یعنی قرآن مجید میں سنن الٰہیہ کا جو تذکرہ ہے اور کہا گیا ہے،

"فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۞" [1]

"آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو متغیر ہوتا ہوا دیکھیں گے۔"

تاریخ ایک شاہد عینی کے طور پر اس کا دستاویزی ثبوت پیش کرتی ہے، اور دکھاتی ہے کہ اقوام و ملل، تہذیبوں اور حکومتوں کی تاریخ میں بھی، اور افراد کی زندگی میں بھی کس طرح قرآن مجید کی بیان کی ہوئی سنن الٰہیہ کا ظہور ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، قرآن مجید میں افراد سے لے کر انسانی گروہوں اور ملتوں اور قوموں کی زندگی تک میں تعلیمات آسمانی اور فطرت انسانی دونوں سے انحراف کے جو نتائج بیان کئے گئے ہیں اور ان کی پیشین گوئی کی ہے وہ کس طرح صحیح ثابت ہوئے ہیں اور کس کس طرح سے ان کا ظہور ہوا ہے؟ قرآن مجید اور تاریخ کے اس مطالعہ سے میں جن حقیقتوں تک پہنچا ہوں کوشش کروں گا کہ ان کے متعلق کچھ عرض کروں۔

اس کے ساتھ بلا تکلف یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ میری خوش قسمتی کہئے یا ایک آزمائش کہ مجھے عالم اسلام کے مختلف حصوں کے سفر کا اتفاق بار بار ہوا ہے اور بلا کسی فخر اور غرور کے عرض کرتا ہوں کہ رباط و مراکش سے لے کر سری لنکا اور بنگلہ دیش تک میں نے ایک ایک ملک کو کئی کئی بار دیکھا ہے، ان کی اجتماعی زندگی ان کے مسائل، ان کی جد و جہد، ان کی کامیابیوں اور ناکامیوں اور ان کی فتح مندیوں اور آزمائشوں سے بہت کچھ واقف ہوں، مجھے اس آئینہ میں بھی اور اس مطالعہ کی روشنی میں کچھ کہنے کا استحقاق ہے اور میری بات توجہ سے سننے کا کچھ حق رکھتی ہے۔

میں اس موقعہ پر (معذرت کے ساتھ) علامہ اقبالؒ کی زبان حقیقت ترجمان میں کہوں گا

میں نہ عارف، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی فام
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے
وہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام

حضرات! قرآن مجید صحیح اسلامی معاشرہ کا معیار یہ پیش کرتا ہے کہ اس کے خمیر و ضمیر میں صالح اقدار و اخلاق کی محبت رچ بس گئی ہو اور اس کا مزاج بن گئی ہو، اس کو فسق سے، ظلم سے اور نفس پرستی سے طبعی و مزاجی طور پر وحشت اور اِبا ہو، اس میں کوئی ایسی دعوت جس میں سرکشی ہوا و ہوس، انسانوں کے حقوق کی پامالی، نفسانی طبیعت کو بے مہار چھوڑ دینے کی دعوت ہو، جس میں تفریح طبع یا نفس کی خواہشات و جذبات کی تسکین کے لئے بڑے سے بڑے علمی اور اجتماعی مفاد کو قربان کر دینے کی صلاحیت ہو اس دعوت و تحریک سے یہ معاشرہ اِبا اور انکار کرتا ہو اور اس کو اس سے ایسی نفرت ہو جس کو اردو میں "گھن آنا" کہتے ہیں، اس کو اس کے معاملہ میں ایسی کیفیت کا سامنا کرنا ہوتا ہو جس کو تکدر و تنغص کے الفاظ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید اس اسلامی معاشرہ کے بارہ میں (جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت اور قرآن مجید کی تعلیمات پر پڑی تھی) شہادت دیتا ہے، قرآن کہتا ہے:

"وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۞ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞" [2]

"لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا، اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا، ایسے ہی لوگ تو راہ راست پر ہیں، اللہ کے فضل و انعام سے۔"

جو حضرات عربی داں ہیں وہ ان الفاظ کی قوت کو اور ان کا جو درجہ حرارت ہے سمجھتے ہیں (الفاظ کا بھی ایک ٹمپریچر ہوتا ہے وہ اہل زبان ہی سمجھتے ہیں) یعنی تمہیں ایمان اور اس کے مظاہر کو دیکھ کر وہ مسرت و اہتزاز اور انبساط کی وہ کیفیت حاصل ہوتی ہے جو کسی جمیل سے جمیل پیکر، اور کسی دل کش سے دل کش چیز سے طبعی طور پر حاصل ہوتی ہے، "وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ" یہ عقیدہ اور عقل و شعور کے دائرہ سے آگے کی بات ہے، یہ ایک طبعی و نفسیاتی کیفیت ہے، معاشرہ اور ان صالح اقدار و اخلاق اور مفید و نافع دعوتوں کے درمیان وہ رشتہ قائم ہو جائے جس کو کسی عقلی دلیل، اور عمیق غور و فکر کی ضرورت نہ ہو، خود بخود دل اس کی طرف کھنچے۔

اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا لیکن قرآن مجید کا اعجاز اور فطرت انسانی کی وہ عمیق و دقیق معرفت ہے جو صرف خالق کائنات کو حاصل ہوتی ہے کہ اس کے بالمقابل منفی پہلو کا بھی ذکر کیا، اور فرمایا:

"وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ"

اور ناگوار و ناخوش گوار، اور گویا ناقابل برداشت بنا دیا کفر کو، فسق کو، عصیان و نافرمانی کو، یہ اسلامی معاشرہ جو دنیا کے لئے قابل تقلید ہو سکتا ہے جس کی بنیادیں مضبوط و مستحکم ہیں، جو زمانہ کی گرم و سرد ہواؤں کا مقابلہ کر سکتا ہے، جو ہر قسم کے امتحانات اور آزمائشوں سے کامیاب طریقہ پر گذر سکتا ہے، یہ وہ معاشرہ ہے جس کے اندر نیکی کی محبت رچ بس گئی ہو اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسی معاشرہ کی تعریف میں کہتا ہے:-

"اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۞" [3]

"جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی، اور ضد بھی جاہلیت کی، تو خدا نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی، اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اسی کے مستحق اور اہل تھے۔"

ان الفاظ پر آپ غور کیجئے "اذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحمية حمية الجاهلية" دل میں اہل کفر کے حمیت جاہلیت نے انگڑائیاں لیں، قوم پرستی، نسل پرستی، مفاد پرستی، نفس پرستی، یہ سب حمیت جاہلیت میں شامل ہے، یہاں تک کہ لسانی عصبیت بھی اسی میں آتی ہے، آپ نے دیکھا ہے کہ لسانی عصبیت نے کتنے طاقتور عامل کتنے بڑے (Factor) کا کام کیا ہے اس لسانی عصبیت نے ماضی قریب میں وہ گل کھلائے کہ خون کے دریا بہائے اور اس طرح انسانیت اور اخلاقی اقدار کو نظر انداز کیا گیا، اس طرح انسان نے انسان کو شکار کیا، اور اس طرح انسان نے انسان کا خون بہایا جس کی نظیر تاریخ میں بمشکل ملے، یہ سب حمیت جاہلیت کا کرشمہ تھا۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل!

اللہ تعالیٰ اس موقعہ پر فرماتا ہے "وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى" اس مفہوم کو کئی طرح سے ادا کیا جا سکتا تھا، اللہ نے ان کی زبان پر کلمہ تقویٰ جاری کیا، لیکن نہیں "وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى" فرمایا، ان کے لئے کلمہ تقویٰ کو

[1] سورہ فاطر، آیت ۴۳۔
[2] سورہ الحجرات آیت ۷۔
[3] سورہ الفتح آیت ۲۶

لازم وملزوم بنا دیا یعنی وہ ان کا شعار بن گیا، شعار ہی نہیں بلکہ مزاج بن گیا، آپ جانتے ہیں کہ مزاج عادتوں، تربیت وصحبت کے اثرات، عقلی وتعلیمی جد وجہد کی کوششوں سے ماورار چیز ہے، مزاج وہ ہے جو ہر چیز پر غالب ہو کر رہتا ہے۔

ہم میں سے بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا کہ یہاں پر "الزمہم" کیوں کہا؟ یعنی کلمہ ان کا شعار، ان کا مزاج بن گیا، ان کو کلمۂ تقویٰ

کے حدود سے کوئی باہر نہیں لے جا سکتا، "وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِہَا وَاَہْلَہَا" فرما کر اس پر اور مہر لگا دی، کلمۂ تقویٰ کو انہوں نے آگے بڑھ کر بے اختیارانہ طریقہ پر قبول کیا، ان کے اندر وہ کلمۂ تقویٰ جذب ہو گیا، پھر اس سے بڑھ کر قرآن ایک نازک پیمانہ بیان کرتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ انسانی اخلاق ونفسیات کی پوری تاریخ میں (جہاں تک میرا مطالعہ ہے) قرآن مجید نے اس معاشرہ کی جو خصوصیت بیان کی ہے وہ ایسی ہے کہ اس کے آگے خود انسانی تخیل کا جانا بھی مشکل ہے، کہتا ہے:

"لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِہِمْ خَیْرًا وَّقَالُوْا ھٰذَآ اِفْکٌ مُّبِیْنٌ ○" [1]

"جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا، اور کیوں نہ کہا یہ صریح طوفان ہے؟"

جب تمہارے سامنے ایک مومن فرد پر، ایک پاکباز ہستی پر تہمت لگائی گئی تو تم نے اپنے اوپر قیاس کیوں نہ کیا، آئینہ میں اپنی صورت کیوں نہیں دیکھی، اور سنتے ہی یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ ہم نہیں کر سکتے تو وہ ہستی بھی نہیں کر سکتی، خدا نے اسلامی معاشرہ کو ایسا بنایا کہ اس کا ہر فرد دوسرے فرد کا آئینہ ہے، ہر فرد دوسرے فرد کا مصدق وشاہد ہے، شاہد ہی نہیں مدعی ہے، اس کی طرف سے مدافعت کرنے والا، سینہ سپر ہے اور خم ٹھونک کر یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ایسا نہیں ہو سکتا، معاشرہ نبوت کے سانچہ میں، قرآن مجید کے تربیتی سانچہ میں ایسا ڈھل کر نکلا تھا کہ اس کا ہر فرد دوسرے فرد کا آئینہ تھا،

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

حضرات! یہ ہے اسلامی معاشرہ جس پر پورے طور پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، اور جس پر ذمہ داری اور دنیا کی رہنمائی کا بڑے سے بڑا بوجھ ڈالا جا سکتا ہے، اس پر نسل انسانی

[1] سورہ نور آیت ۱۲۔

کی رہبری اور قیادت کے بارہ میں پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اب میں اقبالؒ کے الفاظ معذرت کرتے ہوئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے کہ ؎

جس میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

کچھ کہنا چاہتا ہوں، جس معاشرہ کا حال یہ ہو کہ باہر سے اگر کوئی سریلی صدا لگا دے، کوئی بازی گر آکر سبز باغ دکھائے، کوئی شخص باہر سے کوئی قیادت کا جھنڈا بلند کر دے تو اس کا ایسا استقبال کیا جائے کہ جیسے دیر سے اس کا انتظار تھا، اور یہی ایک خلا تھا جو پر نہیں ہوا تھا، وہ آواز لگائے تو یہ معلوم ہو کہ جیسے دل سینوں سے نکلے پڑیں گے، اور سارے حدود وقیود پیچھے رہ جائیں گے، جس جوش وخروش کے ساتھ اس نے یہ بات کہی اس سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ اس کا استقبال کرنے کے لئے لوگ تیار ہیں میں عرض کروں گا کہ یہ صورت حال نہایت خطرناک ہے، سیدنا علی مرتضیٰؓ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے کہا تھا، کہ تم ہر آواز لگانے والے اور زور سے بولنے والے کے پیچھے لگ جاتے ہو "اتباع کل ناعق" جو صدائے بے ہنگام آئے تم فوراً اس کے پیچھے لگ جاتے ہو، یہ صورت حال یہ نفسیاتی کیفیت (سائیکالوجی) بڑی خطرناک ہے جس معاشرہ میں مدافعت کی قوت نہ ہو، عبادات کی کثرت، مساجد کی کثرت، علمی وتحقیقی اداروں کی کثرت، ذہانت کی فراوانی اور صالحین کی موجودگی کوئی چیز بھی اس ملک کو بچانے کے لئے کافی نہیں ہے کوئی چیز بھی اس ملک کو خطرہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتی، اس کے سر پر ہمیشہ خطرہ منڈلاتا رہے گا، کوئی شخص اگر اس کو غلط راستہ پر ڈال سکتا ہے معاشرہ کے اندر یہ طاقت ہونی چاہئے کہ وہ کسی غلط چیز کو سننے کے لئے تیار نہ ہو اور کوئی جادو اس پر نہ چل سکے۔

قرآن شریف میں عہد موسوی کا ایک بڑا عبرت انگیز قصہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّہُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰہًا کَمَا لَہُمْ اٰلِہَۃٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْہَلُوْنَ ○ اِنَّ ہٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ہُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○" [2]

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے تھے، بنی اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو، یہ لوگ جس شغل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں۔"

موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لئے جا رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو ایک میلہ لگائے ہوئے ہیں، بازار لگا ہوا ہے، دوکانیں سجی ہوئی ہیں، اور ہر طبقہ کے لوگ موجود ہیں، کچھ وہاں بت اور خود ساختہ معبود ہیں، وہاں عبادت بھی ہو رہی ہے اور تفریح بھی ہو رہی ہے، ایک جشن ہے، ایک رونق ہے، اس رونق کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے منہ میں پانی بھر آیا۔ انہوں نے بے اختیار کہا کہ:

"یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰہًا کَمَا لَہُمْ اٰلِہَۃٌ ط"

"موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو۔"

ہم تو یہ خشک عبادت اور ذکر کرتے کرتے، ہر وقت اللہ ہر وقت اللہ سے عاجز آگئے باقی ہوس "اللہ ہی اللہ ہے" سنتے سنتے اکتا گئے یہاں کیسی رونق نظر آ رہی ہے، دیکھئے کیسا لطف ہے، اور پھر دین ودنیا دونوں جمع ہیں یعنی یہاں معبودوں کی عبادت بھی ہو رہی ہے اور پکوان بھی پک رہے ہیں، دکانیں بھی لگی ہیں، لوگ خرید وفروخت بھی کر رہے ہیں اس زمانہ کے تمدن وترقی کے مطابق سامان تفریح بھی ہوگا، بچوں کے جھولنے کے لئے جھولے بھی ہوں گے معلوم نہیں کیا کیا ہوگا جس قوم کا حال یہ ہو کہ اس نے دل کشی کا ایک منظر دیکھا، تو وہ ساری تعلیمات بھول گئی اور اس نے کہا "یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰہًا کَمَا لَہُمْ اٰلِہَۃٌ" موسیٰ آپ کا بڑا کرم ہوگا، بڑی مہربانی ہوگی، ہمارے لئے کوئی ایسا معبود تجویز کر دیجئے جو آنکھوں کے سامنے ہو جس کو ہم دیکھ سکیں، جس سے ہماری آنکھیں بھی حظ اٹھا سکیں اور ہمارے دلوں کو بھی اس سے تفریح حاصل ہو، اور جسمانی طور پر بھی ہم کو مزا اور لطف آئے، موسیٰ علیہ السلام کا جلال نبوی اپنے پورے عروج پر آگیا، انہوں نے کہا "اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْہَلُوْنَ" تم پرلے درجہ کے جاہل ہو، تم پرلے درجہ کے ناقدر ہو، تم پرلے درجہ کے احسان فراموش ہو،

"اِنَّ ہٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ہُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○"

"یہ لوگ جس شغل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے، اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں۔"

[2] سورہ اعراف: آیت ۱۳۸-۱۳۹

تمہیں معلوم ہے کیا ہونے والا ہے یہ سب ملیامیٹ ہو جائیں گے، یہ تھوڑی دیر کی تفریح ہے، ہم تمہیں خدا کے دروازہ، آستانہ پر لائے، تمہاری تربیت کی اور تمہارا حال یہ ہے کہ ایک منظر تم نے دیکھا، ایک رونق تم نے دیکھی سب بھول گئے، غیرت نبوی کیسے اس کو برداشت کر سکتی ہے۔

ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی یہ مثال اس لئے دی کہ ہم اس سے عبرت لیں اور اسلامی معاشرہ کو ایسا بنا دیں کہ مزاجاً اور قدرتاً اور طبعاً اس کو گناہوں سے نفرت ہو، اس کو ہر ایسی دعوت سے وحشت ہو اس کے خلاف اس کے اندر اشتعال کی کیفیت پیدا ہو جائے اور وہ اپنا توازن کھونے لگے، جب کوئی انتشار انگیز نفس پرستی کی کوئی تحریک آئے، کوئی ایسی دعوت آئے جس سے کہ آسمانی تعلیمات اور دینی احکام اور دین پر عمل اور شریعت اسلامی مغلوب ہوتی ہو، اور بالکل بے لگام، بے مہار زندگی کی دعوت دی جائے تو وہ اپنے آپے میں نہ رہے اور اس کو نفرت وحقارت سے بلکہ غیظ وغضب کے ساتھ ٹھکرا دے۔

ایک بیرونی سفر سے واپسی پر کراچی یونیورسٹی میں میں نے ایک بات کہی تھی اس کو بھی دہراتا ہوں، میں نے کہا کہ حضرات! میں اگر کسی اسلامی ملک کے بارہ میں یہ سنوں مجھے کہا جائے کہ اس کی فوجی طاقت بہت بڑھی ہے کوئی باہر کا ملک اس پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، دنیا کے جو دو بڑے بلاک ہیں مشرقی مغربی بلاک، دونوں سے اس کے تعلقات بڑے اچھے ہیں اور دونوں کی حمایت اس کو حاصل ہے، یا کم سے کم ایک بلاک کی حاصل ہے کہا جائے کہ اس کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہوتی جا رہی ہے، وہاں تجارت ترقی کر رہی ہے، صنعتی ترقی ہو رہی ہے اور یونیورسٹیوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی وہ ملک، اپنے رقبہ اور اپنی آبادی کے مقابلہ میں بہت ممتاز ہے، وہاں یونیورسٹیوں کی تعداد کچھ زیادہ ہی ہے کم نہیں ہے اور وہاں ایسے دانشور موجود ہیں جن کی نظیر آسانی سے ملنی مشکل ہے، میں سب سن کر پوچھوں گا کہ یہ بتائیے کہ اس ملک کے شہری اور خاص طور پر نوجوان اسکولوں اور کالجوں کے فضلاء وطلبا اپنے نفس پر کتنا قابو رکھتے ہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ فوراً اشتعال میں آجائیں، فوراً قانون اپنے ہاتھ میں لے لیں، تمام حدود پار کر جائیں اور توڑ پھوڑ شروع کر دیں۔

یہ بتائیے کہ یہ صلاحیت کتنی ہے تو وہ صاحب کہیں گے کہ اس بارہ میں تو میں آپ کو اطمینان نہیں دلا سکتا، یہ کمزوری تو ہے،

میں کہوں گا کہ میں بالکل مطمئن نہیں، فوجی طاقت کا اس درجہ کا ہونا، سیاسی حالت کا بہتر ہونا، سیاسی حالت میں استحکام پیدا ہونا، فضلاء اور دانشوروں کی موجودگی، اور ساری خصوصیات کے باوجود میں مطمئن نہیں ہوں اس ملک کے حال ومستقبل دونوں کے بارے میں اطمینان نہیں کر سکتا جب تک کہ مجھے یہ معلوم ہو کہ وہاں کے نوجوانوں میں ضبط نفس (Self control) کی طاقت ہے وہ اگر اپنے خلاف کوئی بات سنیں ان کا کوئی مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اس کو برداشت کر لے جائیں، یا اس کو قانونی طریقہ پر، اخلاقی طریقہ پر تسلیم کرانے کی سنجیدہ کوشش کریں اتفاقی مسائل میں صبر سے کام لیں، ان کے اندر قانون کا احترام ہو، بڑوں کا احترام ہو، ذمہ داروں کا، انتظامیہ کا کسی درجہ میں احترام ہو، ان کی مجبوریوں کو، مشکلات کو سمجھنے کی ان میں صلاحیت ہو، اور وہ ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے قائل نہ ہوں کہ بس ابھی ہم نے کہا اور ابھی یہ بات ہونی چاہئے حکومت تو ہماری بنائی ہوئی ہے، پھر دیر کیوں لگ رہی ہے، اپنے تاریخی مطالعہ کی بنا پر کہوں گا کہ اس معاشرہ کو جلد سنبھالنے کی ضرورت ہے جس طرح آدمی آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرتا ہے کم سن معصوم بچہ بھی آگ میں ہاتھ نہیں ڈالے گا سمجھدار آدمی زہر کا پیالہ نہیں پیئے گا، اور انسان خود سے ہلاکت مول نہیں لے گا، یہ اس معاشرہ میں دو چار افراد نہیں، معاشرہ میں اجتماعی طور پر یہ بات پیدا ہو جائے کہ غلط چیز کو سننے کی بھی ان کے اندر تاب نہ ہو، وہ تحمل نہ کر سکیں، برداشت نہ کر سکیں، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درجہ پر پیدا کر دی تھی کہ میں صرف ایک مثال دیتا ہوں آپ پہلے اس آیت کو مستحضر کیجئے، اپنے ذہن میں بٹھائیے کہ قرآن کہتا ہے:۔

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○" [3]

"اور نہ خواہش نفس سے بات نکالتے ہیں، یہ قرآن تو حکم خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔"

اللہ کا رسول اپنے خواہشات نفس سے نہیں بولا کرتا، اس کی زبان ترجمان ہوتی ہے وحی الٰہی کی، اس کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے، وہ وحی ہوتی ہے، کبھی وحی متلو، کبھی وحی غیر متلو، اچھا پھر آپ اس تعلق کو اپنے ذہن میں تازہ کیجئے، جو صحابہ کرامؓ کو ذات گرامی سے تھا، وہ تعلق جو پوری تاریخ انسانی میں آج تک کسی انسان کو کسی انسان سے، کسی

[3] سورہ النجم آیت ۳-۴

جماعت کسی قوم کو کسی ایک فرد سے آج تک نہیں ہوا، اس تعلق کو ذہن میں رکھئے، اس کے بعد اس واقعہ کو سامنے لائیے کہ آپ نے ایک مجلس میں عربی کا ایک مشہور فقرہ فرمایا ہے "اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" (اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو چاہے مظلوم) یہ وہ جملہ ہے جس کے متعلق صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر کی تحقیق ہے کہ عرب میں پہلے سے یہ فقرہ چلا آ رہا ہے اور خود عربی کلام اس کی شہادت دیتا ہے، حماسہ کا جاہلی شاعر کہتا ہے:

لا یسألون اخاہم حین یندبہم
فی النائبات علی ما قال برہانا

جب ان کو مدد کے لئے کوئی قبیلہ یا کوئی فرد بلاتا ہے تو وہ فوراً چل پڑتے ہیں اور بالکل بے خود ہو جاتے ہیں مدد کرنے کے لئے، وہ یہ پوچھنے کی بالکل ضرورت نہیں سمجھتے کہ حق وانصاف کی حمایت کے لئے ہم کو بلایا جا رہا ہے یا باطل وظلم کی حمایت کے لئے بلایا ہے، اس قبیلہ نے بلایا ہے جس سے ہمارا معاہدہ ہے یا ہمارے ابنِ عم نے بلایا ہے یہ کافی ہے، صحابہ کرامؓ کی مجلس میں آپ یہ فرماتے ہیں، آپ خیال کیجئے اور مجھے معاف کیجئے گا، آج کوئی شیخ طریقت بھی اپنے مریدوں کی مجلس میں اگر کوئی ایسی بات کہے، تو کس کی مجال ہے کہ وہ ان سے پوچھیں کہ آپ کیا فرما رہے ہیں، اگر کوئی بڑا محترم محبوب استاذ اپنے طلبہ سے کوئی ایسی بات کہے کتنے ایسے شاگرد نکلیں گے جو کہیں کہ ذرا اس کو سمجھایئے لیکن اللہ کا رسول جو محبوب رب العالمین ہے ان کو ان کے ماں باپ سے، اولاد سے، اور ان کی جانوں سے زیادہ محبوب ہے، اور محبوب ہونا اس کا ضروری ہے۔ "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" اور امام احمدؒ کی روایت میں ہے "من نفسہ" جان سے بھی زیادہ جب تک میں عزیز نہیں ہوں گا، ایمان کامل نہیں ہو سکتا، صحابہ کرامؓ ہی اس مجلس میں تھے، میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مجلس میں ابوبکر صدیقؓ بھی ہو سکتے ہیں، فاروق اعظمؓ بھی ہو سکتے ہیں اور عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ، عشرہ مبشرہ بھی ہو سکتے ہیں، وہ مجلس یہ بات سنتی ہے اور یہ نہیں کہ اللہ کا رسول فرما رہا ہے، ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے، اور نہ کم سے کم خاموش رہنا چاہئے لیکن وہ عرض کرتے ہیں، "یا رسول اللہ ننصرہ مظلوما فکیف ننصرہ ظالما؟" آپ نے تو ہماری تربیت آج تک یہ فرمائی ہے کہ ہم مظلوم کا ساتھ دیں اور ظالم کا گریبان پکڑیں، آج ہم یہ کیا سن رہے ہیں؟ کیا ہمارے کان ہمیں دھوکا دے رہے ہیں، کیا ہماری قوت سماعت

اس وقت صحیح طور پر کام نہیں کر رہی ہے یا ہم اس وقت معتدل حالت میں نہیں ہیں، اللہ کا رسول آپؐ جیں بجبیں نہیں ہوتا، اور پیشانی اقدس پر ایک شکن ناراضگی کی نہیں آتی اور آپ محبت اور شفقت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ نہیں مظلوم ہی کی نہیں ظالم کی بھی مدد ہوتی ہے، ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو، اس کو ظلم نہ کرنے دو، مظلوم کی مدد ہے کہ اس پر ظلم نہ ہونے پائے، ظالم کی مدد ہے کہ اس سے ظلم نہ ہونے پائے۔

اس کے برخلاف اگر یہ حالت ہو کہ کوئی شخص بھی کہیں باہر سے آجائے اور یہ کہے کہ یہ سب فضول باتیں ہیں اور یہ سب پابندیاں کس لئے ہیں، اگر ہمیں اقتدار حاصل ہوگا تو یہ ساری پابندیاں اٹھ جائیں گی یہاں کمیونزم آئیگا، یہاں سوشلزم آئے گا، سیکولرزم آئے گا، یہاں آزادی کے لئے دروازے کھل جائیں گے، یہاں ہر ایک کو اپنی خواہش کے مطابق کام کرنے کا موقع ملے گا، یہاں نسلی اقتدار ہوگا، یہاں لسانی بنیاد پر صوبے آزاد کر دیئے جائیں گے اور ان کو اختیار مطلق دیا جائے گا، اس کے لئے سننے والے کان ہوں اور اس کے لئے جواب دینے والے، خوش آمدید کہنے والی زبانیں ہوں۔

دوسرے نمبر پر میں دو چیزیں اختصاراً عرض کروں گا، دوسری چیز ہے فکری انتشار، کسی معاشرہ میں اس درجہ کا فکری انتشار ہو کہ کسی بات پر بھی مختلف جماعتوں کا مختلف افراد کا جمع ہونا مشکل ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ یہ ملک یہ معاشرہ خیالات کا ایک جنگل ہے، وہاں کی زندگی، وہاں کے

اخبارات اور جلسوں کو دیکھ کر باہر کا آدمی یہ نہ سمجھ سکے کہ کون سا قوی تر مشترک خیال ہے (Most common Factor) جو مختلف عناصر کو مربوط رکھے ہوئے ہے، یہ فکری انتشار بھی بہت خطرناک بات ہے اور معاشرہ کو اس سے بچانا چاہئے، مثالی اسلامی معاشرہ کی فکری وحدت، اخلاقی واجتماعی ومعاشرتی وحدت کا ذکر کر چکا ہوں۔

تیسری بات یہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح ہونی چاہئے اور معاشرہ میں اعتدال ہونا چاہئے، یہ دولت پیدا کرنے کی ریس یہ دولت کے مظاہر کی نمائش، دولت کے اظہار کے یہ طریقے ان سب چیزوں پر بھی کنٹرول ہونا چاہئے، معاشرہ میں کفایت شعاری، سادگی، جفاکشی اور ایثار کا مادہ پیدا ہونا چاہئے۔

آپ معاشرہ کے چوکیدار ہیں اور معاشرہ کی فلاح سے آپ کی فلاح وابستہ ہے، کسی فرد کی فلاح، معاشرہ کی فلاح اور معاشرہ کے اعتدال کے بغیر نہیں ہو سکتی وہ چاہے فرشتہ بن جائے، اس کے خاندان کے افراد، اس کے بچے ان خرابیوں سے نہیں بچ سکتے، اس لئے اس کی فکر کی ضرورت ہے، ہمارے علماء دین، ہمارے قائدین، ہمارے ناشرین، ہمارے مصنفین، مفکرین کو اور ابلاغ عامہ کے ذرائع جن کے ہاتھ میں ہیں ان سب کو اس کی طرف ضروری توجہ کرنا چاہئے۔

خدا کرے جس جذبہ کے ساتھ میں نے بات کہی ہے، اسی جذبہ کے ساتھ آپ اس کو قبول فرمائیں اور اس کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

کلید آیات

۱۰/- روپے

کسی بھی آیت قرآنی کے حوالہ کے لئے
★ ۷۰۰۰ سے زائد منتخب الفاظ ★ اردو لغات کی مانند ترتیب
★ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت ★ ۱۷۶ صفحات

سادہ ڈاک سے ۱۱/- روپے
رجسٹری سے ۱۳/- روپے

محمد خالد محمد یوسف پٹیل ۲/۲۵ پٹیل محلہ نظام پورہ
پوسٹ بھیونڈی ۴۲۱۳۰۲ ضلع تھانہ

ترکی میں ایک ہفتہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے ہمراہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اسلام نے ادب کا جو صحت مند اور جامع تصور دیا ہے اور جس کی وضاحت اور مثال ہم کو قرآن مجید کی زبان و بیان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے ملتی ہے اس تصور کی اور اس کے تعارف و ترویج کے لئے انجمن رابطہ ادب اسلامی کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب اس کے صدر منتخب ہوئے اور انجمن کا صدر دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اور دفتر دوم بلاد عربیہ میں قائم کیا جانا طے ہوا۔

رابطہ کی عاملہ کا پہلا مشاورتی اجتماع رابطہ کی تاسیس کے بعد ہی ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا اور اس میں اگلے جلسہ کی تاریخ طے ہو گئی تھی اور مقام انعقاد کے لئے ترکی کا تعین ہوا تھا۔ چنانچہ ۸تا۱۱ر شوال اس کی تاریخیں طے ہوئیں اور اس کے لئے دعوت نامے ارکان کو بھیجے گئے۔ ہندوستان سے اس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ اور کاتب تحریر ہذا کو شرکت کا موقع ملا۔ ترکی میں استنبول کا انتخاب ہوا۔ یہ بین الاقوامی اور تاریخی شہر ہے جس سے ترک مسلمانوں اور عثمانی خلافت کی عظیم تاریخ وابستہ ہے۔ جلسہ کی تاریخ کے قبل عرب ارکان عاملہ استنبول پہونچ گئے تھے۔ نشست ۱۰ر شوال مطابق ۱۷ر جون سے شروع ہونا تھی لیکن مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو بعض اسباب کی بناپر استنبول پہونچنے میں تاخیر ہوئی، چنانچہ یہ نشست ۲۱ر جون یوم شنبہ کو شروع ہو سکی۔

مولانا موصوف ۱۹ر جون کو دہلی سے روانہ ہوکر ۲۰ر جون کی دوپہر کو استنبول پہونچے، میں ان کے ہمراہ تھا، ایرپورٹ پر عرب و ترک دوست استقبال کے لئے آگئے تھے، ان میں متعدد ارکان عاملہ اور ترک عالم دین شیخ امین سراج تھے، وہ استنبول کی ایک اہم مسجد "مسجد فاتح" کے امام و خطیب ہیں اور ازہر مصر کے پڑھے ہوئے ہیں، اور مولانا مدظلہ سے ۱۹۵۱ء سے واقف ہیں جبکہ مولانا مدظلہ کئی ماہ کے دورہ پر مصر گئے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے قیام گاہ پر پہونچا کر آرام کے لئے چھوڑ دیا، چنانچہ عصر کے وقت تک آرام کا موقع مل گیا۔ شیخ امین سراج نے اسی روز شام کے وقت کے لئے شہر کی ایک مختصر سیر کا پروگرام بنا رکھا تھا، چنانچہ وہ عصر بعد تشریف لے آئے اور اپنے ایک دوست اور عزیز استنبول کے تاجر اور معروف شخصیت الحاج عثمان نوری کے ساتھ شہر کے ساحل اور بعض حصوں کی سیر کرائی جن سے اس شہر کی تاریخی عظمت اور فطری حسن کا اندازہ ہوا۔ استنبول میں ان دنوں غروب مقامی وقت کے اعتبار سے ۹ بجے کے قریب ہو رہا تھا اور فجر ۴ بجے صبح جس کی وجہ سے رات ہندوستان کے مقابلہ میں زیادہ چھوٹی اور دن بڑا ہوتا تھا۔

مولانا مدظلہ اور میرا قیام ہندوستان میں ملی اطلاع کے مطابق ہوٹل پارین میں ہونا تھا، یہ ہوٹل تقریباً وسط شہر میں ایک متوسط درجہ کا ہوٹل ہے، رابطہ کے رفقاء عموماً اسی ہوٹل میں مقیم ہوئے، لیکن مولانا مدظلہ کے لئے میزبانوں نے مناسب سمجھا کہ قیام کسی عمارت کے کشادہ فلیٹ میں ہو جس میں قیام کی سہولت کے ساتھ نشستوں کی بھی آسانی ہو چنانچہ اس طرح کا ایک موزوں فلیٹ محلہ فندق زادہ کی گلستان نامی عمارت میں مہیا کر لیا گیا تھا۔

میزبانی کے لئے ایک عرب فاضل ڈاکٹر مصطفیٰ جو استنبول کے میڈیکل کالج میں ایم ڈی کر رہے ہیں مقرر ہوئے، وہ اچھے پڑھے لکھے سمجھدار اور با اخلاق ہیں۔ دعوتی ذہن و جذبہ کے آدمی ہیں، ان کے ساتھ ایم بی بی ایس کے ایک دوسرے عرب نوجوان طالب علم بھی معاونت کے لئے تھے ان حضرات نے دوران قیام تعاون و مدد کا ثبوت دیا، ان کے تعاون سے عمومی معاملات میں زبان اور اجنبیت کی دشواری دور ہوئی، ورنہ ترکی میں ترکی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کا تقریباً کوئی چلن نہیں، انگریزی جاننے والے بھی آسانی سے دستیاب نہیں، رہی عربی تو وہ بھی خال خال، اور بعض مذہبی حضرات جانتے ہیں جنھوں نے مصر میں جاکر تعلیم حاصل کی ہے، اخبارات دکانوں کے سائن بورڈ، راستوں کے بورڈ صرف ترکی زبان میں نظر آتے ہیں اور عام زندگی میں جو ملتا ہے وہ صرف ترکی جاننے والا، لہٰذا یہ محاورہ صادق آتا ہے کہ "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم"۔

مصطفیٰ کمال نے ملک و قوم میں تبدیلی لانے کے لئے زبان کے ذریعہ کو بہترین حربہ بنایا اور رومن رسم الخط میں بدل دیا اور کوشش کی کہ عالم اسلام سے اس کا تعلق بالکل منقطع ہو جائے اور صرف اسی ثقافت تک قوم محدود رہے جو حکومت کی طرف سے مہیا کی جائے، زبان کی اس تبدیلی کا نتیجہ جلد ہی یہ نکلا کہ اسلامی ثقافت و مذہب کا وہ تمام ذخیرہ جو ترکی کی مسلم قوم کی اسلامی شخصیت کی تشکیل کا ذریعہ تھا سراسر بے قیمت بن گیا اور اس کے ذریعہ جو اثرات ہوئے وہ ترکی قوم سے ختم ہو گئے، اس بات نے ایک طرف اگر ترکی کو عرب مسلمانوں سے جدا کر دیا تو دوسری طرف اس کے ترقی کے راستے کو طویل بھی بنا دیا اور وہ وہ قوم جس سے صدیوں یورپ کی قومیں لرزہ براندام رہتی تھیں اور وہ ملت اسلامیہ کی عالمی طاقت کا سہارا بنا ہوا تھا یورپ کی قوموں کا حاشیہ بردار بن کر رہ گیا، زبان تو ضرور ترکی رہی لیکن ثقافت و تمدن یورپ کی ثقافت کی تابعدار بن گئی اور ترکی کے وہ اثرات جو جنوبی یورپ سے لے کر مشرق وسطی کے دور دور کے علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے منجمد ہو کر ختم ہو گئے اور ترکی صرف اپنے ایشیائی کوچک اور یورپ میں استنبول کے ضلع تک محدود ہو کر رہ گیا۔

مصطفیٰ کمال کے انقلاب کے بعد سے اس عظیم ترکی کو گویا ایک تاریک سرنگ میں سے گذرنا پڑا جسکو دیکھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس سرنگ سے ہو کر وہ کہاں نکلے گا، کیا وہ اپنے سینکڑوں سالہ شاندار تاریخ سے یکسر دستبردار ہو جائے گا اور اپنے کو ایسی قوم بنالے گا جس کا اس کے عظیم مشرقی و اسلامی ماضی سے کوئی تعلق نہ ہو اور یا اس کی تاریخ و مذہب کی جڑیں مضبوط ثابت ہوں گی اور وہ اپنی تاریخ سے کسی نہ کسی طریقے سے وابستہ رہے گا۔ دراصل مصطفیٰ کمال نے اپنی عسکری قیادت کے ذریعہ ترکی کو جنگ میں شکست سے بچا کر ترک قوم میں اپنا بڑا مقام بنا لیا تھا جس کی وجہ سے وہ صرف ترکی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک عظیم غازی کی حیثیت سے دیکھے گئے تھے۔ چنانچہ ایک کامیاب عسکری قائد ہونے کی بنیاد پر انہوں نے سماجی قومی قائد کا مقام بھی لے لیا اور اس تعلق سے انہوں نے پہلا کام ترکی کو اس کی اسلامی و مشرقی خصوصیات سے نکالنے اور اس کو اپنی الگ اور محدود انفرادیت کا رنگ دینے اور یورپ کے ثقافتی و تمدنی راستے پر ڈالنے کی زبردست کوشش کی اور اپنے اس مقصد کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو بذریعہ طاقت دبا دیا۔ انہوں نے ثقافت کے میدان میں تو رسم الخط بدل کر ترکوں کا تعلق مشرق اور مسلمانوں سے کاٹ دیا اور مزید یہ کیا کہ عربی زبان کو جو اسلامی تعلق کی علامت ہے اذان اور عبادت تک میں روک دیا، تمدن کے میدان میں یورپین وضع قطع کو لازمی قرار دیا اور اس کے خلاف وضع کو حتیٰ کہ ترکوں کی اپنی مروج وضع کو بھی ممنوع قرار دیدیا۔

مصطفیٰ کمال نے اپنے ان احکامات کا اجراء طاقت کے بل بوتے پر کرایا، اسکو یورپ کی طاقتوں کی درپردہ پوری مدد و حمایت حاصل تھی، مصطفیٰ کمال کا انگریزوں سے تعلق صحیح تحقیق کے مطابق ثابت ہے یہ صورت حال تقریباً نصف صدی اور مصطفیٰ کمال کی مذہب دشمنی تقریباً دو پشتوں تک جاری رہی اور اس مدت میں تقریباً دو نسلیں تیار ہو گئیں جن کا اپنے مشرقی و اسلامی ماضی سے رشتہ بالکل باقی نہیں رہا لیکن یہ اسلام کا معجزہ ہے کہ نصف صدی تک ایک تاریک سرنگ میں رہنے کے بعد جب یہ قوم باہر آنا شروع ہوئی تو وہ اپنی اسلامی بنیاد سے وابستہ نکلی، مصطفیٰ کمال کی عائد کی ہوئی مذہب دشمنی ترکی قوم کے دل و دماغ میں پیوست نہیں ہو سکی، چنانچہ عرصہ دراز کے بعد جب پہلی بار اذان کو اس کی اصلی زبان عربی میں دینے کی اجازت دی گئی تو مسرت سے ترکی کے عوام بے خود ہو گئے اور بہت سے لوگوں نے خوشی میں مینڈھے ذبح کئے، اب جبکہ متعدد پابندیاں ختم ہو چکی ہیں، مذہب سے تعلق جرم نہیں رہا مذہب سے وابستگی کے اثرات صاف نظر آنے لگے ہیں مسجدیں آباد ہیں، شہر اذانوں سے گونجتا ہوا، جگہ جگہ نئی مسجدوں کی تعمیر کا سلسلہ اور اسلام سے تعلق کا اظہار بھی بڑھتا جا رہا ہے جو خوشگوار اور اچھے مستقبل کی علامت ہے۔

شنبہ کی صبح ۱۰ بجے سے رابطہ ادب اسلامی کی نشست تھی چنانچہ اس کے ارکان ۱۰ بجے سے قبل فلیٹ میں پہونچ گئے اور نشست شروع ہوئی، صدر محترم نے حمد و ثنا کے ساتھ اپنے مختصر الفاظ میں نشست کا افتتاح کیا، پھر صدر دفتر اور بلاد عربیہ کے دفتر کی طرف سے اسلامی ادب کے سلسلہ میں کارگذاری کی مختصر رپوٹیں پیش ہوئیں، مختلف تجاویز پر غور شروع ہوا، نشست دوپہر تک جاری رہی اور دوسرے روز کے لئے ملتوی ہوئی۔ شام کے اوقات میں شیخ امین سراج پھر اپنے دوست عثمان نوری آفندی کے ہمراہ تشریف لائے اور عثمان نوری آفندی کے مکان پر ترکی کے اسلامی ادباء کی ایک نشست میں لے گئے جہاں رابطہ ادب اسلامی اور ان ادباء کے درمیان تعارف ہوا اور سوال و جواب کا مختصر سلسلہ رہا، اس نشست میں تقریباً بیس ادباء جمع ہوئے تھے، اس مجلس میں مشہور عرب اہل قلم و مفکر محمد قطب بھی

شریک تھے جنہوں نے ایک مختصر تقریر کی، پھر رابطہ کے سکریٹری عبدالباسط بدر نے رابطہ کے تعارف میں ایک مضمون پڑھا پھر ایک ترکی ادیب علی نار نے ترکی میں اسلامی ادب پر مضمون پڑھا پھر مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے عربی تقریر فرمائی۔

محمد قطب نے اپنی تقریر میں ادب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دراصل ادب کا تعلق آدمی کے عقائد و احکام سے گہرا ہے۔ اور ادب اسلامی تو کتاب و سنت سے مربوط ہے اور یہ مسلمانوں کے اتحاد اور یکجہتی کا ضامن ہے انھوں نے کہا کہ افکار کا عمل زیادہ موثر نہیں ہوتا اور ادب کا عمل زیادہ موثر ہوتا ہے کیونکہ اس میں براہ راست بات نہیں کہی جاتی، افکار کی صورت میں براہ راست بات کہی جاتی ہے جب کہ ادب کا کام باریک ہے اور اس میں اس طرح بات کہی جاتی ہے کہ سننے والا اپنے دل کی آواز سمجھتا ہے۔

مولانا علی میاں مدظلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ترکی نے بڑی بڑی شخصیتیں پیدا کیں اور خاص طور پر جلال الدین رومیؒ کی شخصیت اس قدر سحر انگیز تھی کہ عرصہ تک ہندوستان اور دیگر ملکوں میں ان کی گرویدگی کا پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبالؒ جو عہد جدید کے سب سے بڑے اسلامی شاعر ہیں، اپنے کو ان کا ایک چھوٹا سا شاگرد کہتے ہیں، ترکی اب بھی ایسے لوگ پیدا کر سکتا ہے، عالم اسلام کی خدمت و قیادت میں ترکی کا بہت نمایاں حصہ ہے، کسی نے عالم اسلام کی اتنی طویل مدت تک حفاظت و نمائندگی نہیں کی جتنی ترکوں نے کی، لہٰذا اس پر بڑی ذمہ داری ہے، اس کو قیادت کے لئے سامنے آنا چاہئے۔ ادب اسلامی کے میدان میں آپ اس کو نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ اپنے ملک کے باہر بھی قیادت کرنے کا موقع ہے۔

سوالات کے دوران ایک ترک اسلامی ادیب نے یہ کہا کہ ہم ترک دوسری زبانوں کا لٹریچر تو اپنی زبان میں منتقل کرتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ایسا دوسری زبان کے لوگ ترکی لٹریچر کے سلسلہ میں کرتے ہوں، اس پر مولانا مدظلہ نے اور دیگر حضرات نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ عالم اسلام کی مختلف زبانوں میں آپس کا تبادلہ و تعاون ہونا چاہئے، ہم کو اس کی ضرورت کا احساس ہے اس سے ذہنی اور علمی افق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جہاں تک ترکی ادب و ادباء کا تعلق ہے تو رابطہ ادب اسلامی تعارف و تبادلہ کا اچھا واسطہ بن سکتا ہے، ترک مقررین کی تقریریں ترکی میں اور مولانا مدظلہ اور دیگر مقررین کی تقریریں عربی میں ہوئیں، درمیان میں ایک ترجمان ترجمہ کرتا جاتا تھا اور نشست بخیر و خوبی اور محبت کے ساتھ ختم ہوئی۔ ترک حضرات سے مل کر ترکی کے حالات و رجحانات کا خاصا علم ہوا، ان کی فراہم کردہ معلومات سے پتہ چلا کہ لوگوں میں اسلام کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ طاقت پکڑتا جا رہا ہے، اسلامی الفکر مصنفین کی کتابیں تیزی کے ساتھ ترکی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو رہی ہیں، یہ کتابیں شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہیں اور شوق و ذوق سے پڑھی جاتی ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ کی اکثر اہم کتابیں نہ صرف ترجمہ کر کے شائع کی گئی ہیں بلکہ ان کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں جن میں بڑی بڑی کتابیں بھی ہیں اور چھوٹی کتابیں اور رسائل بھی ہیں۔ اس سفر میں مزید کتابوں کے شائع ہونے کا علم ہوا، ان کی کتاب "دستور حیات" کے بارے میں ترکی مترجم و ناشر نے بتایا کہ پہلا ایڈیشن انھوں نے پانچ ہزار طبع کرایا تھا جو صرف ایک ماہ کے اندر ختم ہو گیا۔ مولانا کی کتاب "اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" جس میں مصطفیٰ کمال پر تنقید ہے کو بھی ترجمہ کر کے شائع کیا گیا، مولانا مدظلہ کے ترکی آنے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے متعدد ناشروں و مترجموں نے انکی نئی کتابوں کا پتہ چلایا اور ترجمہ و اشاعت کی اجازت حاصل کی، بعض بعض کتابوں کو تو دو دو مختلف مترجمین نے ترجمہ کر ڈالا ایک کا دوسرے کو علم نہ تھا، ترکوں کے اس شوق پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک عربی مفکر استاد محمد قطب نے ایک جلسہ میں کہا کہ میری تصنیف جو کہ عربی میں ہوتی ہے بعض وقت عربی میں شائع ہونے کے قبل ہی ترکی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو جاتی ہے ترکی میں کتابیں پڑھنے کا ذوق بہت خاصا معلوم ہوتا ہے، البتہ لوگ ترکی زبان ہی پر اکتفا کرتے ہیں اس لئے بھی عربی اور دیگر زبانوں سے ترجمہ کرنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس طرح بتدریج ترکی زبان اسلامیات کے سلسلہ میں ایک حد تک خود کفیل بنتی جا رہی ہے۔ البتہ اسلام سے بالکل برگشتہ ترک اب بھی مصطفیٰ کمال سے تعلق و محبت رکھتے ہیں، اور ایسے عناصر فوج کی قیادت میں اور جدید سیکولر تعلیم کے پروردہ لوگوں میں خاصے موجود ہیں لیکن اسلام پسند لوگوں کی تعداد بھی اب کم نہیں ہے۔ فوج اور اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام سے تعلق رکھنے والے افراد پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی کے سبب اب حکومت وقت کو لحاظ کرنا پڑتا ہے اور خالص سیکولر سربراہ بھی اسلام کی مخالفت میں بہت سخت حربہ اب نہیں اپناتا، ترکی میں اس طرح کا رجحان سب سے پہلے عدنان مندریس کی حکومت کے وقت سے شروع ہوا، لوگ عدنان کے اس انقلابی رویہ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، انہی نے اسلام پر سے سخت اور نامناسب پابندیاں کم کرائیں اور ہٹوائیں، ان کی مدت اگرچہ زیادہ نہیں ہوئی وہ ایک انقلاب میں ہٹائے گئے جس سے اسلام کے لئے حالات پھر بگڑ گئے تھے لیکن پھر تبدیلی ہوئی، اور ابھی چند سال قبل نجم الدین اربکان نے بہت نمایاں تبدیلیاں لانا شروع کر دی تھیں وہ خالص اسلامی الفکر قائد ہیں اور ان کی جماعت پارلیمنٹ میں خاصی تعداد میں آگئی تھی اور وہ اس کی بناپر نائب وزیر اعظم ہو گئے تھے لیکن فوج نے پھر انقلاب کر کے اسلام پسندوں کو روک دیا، پھر بھی اسلام کے لئے موجودہ فوجی صدر کا رویہ معاندانہ نہیں ہے، بلکہ بعض لوگ ان کے ذاتی حالات کی تعریف کرتے دیکھے گئے۔

بہرحال! اسلامی لٹریچر اور ترک مصلحین کی کوشش سے اسلام کا نشاۃ ثانیہ شروع ہو چکا ہے اور وہ بڑھتا جا رہا ہے اسلام پسند لوگ مصطفیٰ کمال اور ان کے لائے ہوئے انقلاب کو بہت بری نظر سے دیکھتے ہیں اور کھل کر سخت تبصرہ کرنے میں تکلف نہیں کرتے، میں نے اپنے کانوں سے کئی بار مصطفیٰ کمال کے لئے بہت متنفرانہ الفاظ سنے اور یہ معلوم ہوا کہ اب تو خود ترک محققین کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں مصطفیٰ کمال کی زندگی کے تاریک پہلو سامنے لائے گئے ہیں اور متعدد دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دراصل یہ مغربی اتحادیوں کی ایک سازش تھی جس کو مصطفیٰ کمال نے کامیاب بنایا، اتحادیوں نے تین باتیں مصطفیٰ کمال سے انجام دلوائیں، ایک تو خلافت عثمانی کو ختم کرنا، دوسرے عربی زبان ختم کرنا اور تیسرے جامع مسجد ایا صوفیا کے مسجدی کردار کو ختم کرانا، یورپ کو ترکوں سے جو صدیوں تک زک پہونچتی رہی تھی اس کا انتقام مغرب نے سازش اور مکاری سے لیا اور ترکی کو جو عرصہ تک ایک بین الاقوامی اسلامی امپائر بنا رہا تھا، ایک چھوٹے ذیلی ملک میں تبدیل کر دیا۔ ایک ترکی محقق نے اپنی ایک تصنیف میں جس کا نام انھوں نے "بت آدمی" رکھا ہے مصطفیٰ کمال کا انگریزی استعمار سے گہرا اور مخلصانہ ربط ثابت کیا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ مصطفیٰ کمال کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے انگریز سفیر کو طلب کیا اور تخلیہ میں یہ کہا کہ میری نظر میں تم سے زیادہ مناسب شخص نہیں میں ترکی تمہارے حوالے کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ میں ایک غیر ملک کا سفیر ہوں میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں تب مصطفیٰ کمال نے عصمت انونو کو ذمہ داری سپرد کی جو خیالات و نظریات میں مصطفیٰ کمال کے بالکل مثنیٰ تھے، بہرحال ترکی کے اسلام دشمن انقلاب کے سلسلہ میں جو کتابیں ترکی میں آئی جا رہی ہیں ان سے یہ ترک عوام کا ذہن اب بدلتا جا رہا ہے اور وہ محسوس کرتے جا رہے ہیں کہ ان کے ساتھ بڑا دھوکہ ہوا اور یہ کہ وہ اپنی ملی اسلامی برادری سے دور رکھے جاتے سے بڑے نقصان میں رہے۔

ترک قوم کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی اسلام سے وابستگی باوجود حالات نامناسب ہونے کے ٹوٹی نہیں، مسجد سے عقیدت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سے بہت کم کوئی محروم ہوگا، سخت حالات میں بھی ان کا رشتہ قائم رہا، چنانچہ اب اسلام کی طرف واپس آنے میں اس سے مدد مل رہی ہے، ترکی قوم اپنی عسکری خصوصیات میں اسی طرح باقی ہے، ان کا نظم و ضبط سنجیدگی اور ان کے سپاہیوں کا انداز دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماضی میں انھوں نے اپنی عسکری لیاقت کا بڑا ثبوت دیا تھا تو کوئی تعجب کی بات نہیں، وہ آئندہ بھی اس کا ثبوت دینے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئے ہیں۔

ترک اسلامی ادباء کا اجتماع مغرب کے قریب ختم ہوا، مغرب کے بعد میزبان کی طرف سے سب شرکاء کو عشائیہ دیا گیا، اس کے بعد شیخ امین سراج مع عثمان نوری مولانا مدظلہ اور ان کے دو رفقاء کو لیکر شہر کے بعض ساحلی حصوں کی سیر کے لئے لے گئے، اس میں استنبول کے مضافات میں واقع سبزہ و پہاڑ نیز قدیم تاریخی حصے دکھائے جس سے اس علاقہ کے دلفریب مناظر اور فطری حسن کا اندازہ ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ استنبول اور اس کے اطراف اپنے طبعی حسن میں دنیا کے کسی حسین ترین علاقہ سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حسن و کشش کے کئی پہلو دلائے متصف بنایا ہے، شہر خشکی کے تین حصوں میں پھیلا ہوا ہے جن کو سمندر کے ٹکڑے جدا کرتے ہیں، ایک حصہ ایشائی جزء میں واقع ہے جس کو یورپ کے جزء سے آبنائے باسفورس جدا کرتی ہے یہ آبنائے بحر اسود کو جو روس، ترکی اور ایران کے درمیان واقع ہے بحر مرمرہ سے جو بحر ابیض سے وابستہ ہے ملاتی ہے، استنبول شہر کے بقیہ دو حصے یورپ کے جزء میں ہیں جن کو خلیج قرن الذہب جدا کرتی ہے، یہ خلیج وہی خلیج ہے جس کو فتح قسطنطنیہ (استنبول) کے موقع پر رومیوں نے لوہے کی زنجیر سے بند کر دیا تھا جس پر غازی محمد الفاتح نے رات کے اندھیرے میں کئی میل کی خشکی پر بڑے پھاکر اور تیل سے چکنا کر کے اپنے جنگی جہاز گذار دئے تھے اور خلیج میں زنجیروں کے دوسرے پار یہ جہاز اتار دیئے تھے، صبح ہوئی تو رومی حیران رہ گئے۔

بقیہ ص

ترکی میں رابطہ ادب اسلامی کا اجلاس :-

زبان وادب کو حق وخیر کے لئے استعمال کرنے کا عزم رکھنے والے شعراء وادباء کا قافلہ اللہ کے فضل وکرم سے نئی منزلوں کی طرف گامزن ہے، رابطہ ادب اسلامی کے قیام سے ایک طرف اس دنیا میں انسانوں کے صحیح مقام کو سمجھنے اور سمجھانے اور ان کے حقیقی مسائل ومشکلات کا ادراک واظہار کرنے والے اسلامی شعراء وادباء کی انفرادی کوششوں کی ایک اجتماعی شکل بن گئی ہے دوسری طرف ان کے جوش وجذبہ، خود اعتمادی اور عملی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

رابطہ ادب اسلامی کی مجلس امناء نے اپنی دوسری سالانہ نشست میں رابطہ کے حلقہ انتساب کو مزید وسیع کرنے اور رابطہ کے مقاصد اور پیغام سے متفق عالم اسلام کے شعراء وادباء کو اس تنظیم میں شامل کرنے کے لئے مناسب جدوجہد کا عزم کیا۔ ۶، ۷، ۸ جنوری ۱۹۸۶ء کو اسلامی ادیبوں کا اجلاس دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہوا تھا، وہیں رابطہ کے قیام کے فیصلہ کی توثیق ہوئی اور اس کا دستور اساسی منظور ہوا، نیز اور کئی اہم فیصلے کئے گئے، اس کا مرکزی دفتر ندوۃ العلماء میں قائم کیا گیا اور پوری دنیا کے اسلام پسند ادیبوں کو اس تنظیم میں شامل کرنے اور اس کی سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لئے اس کی دو شاخیں قائم کی گئیں، ایک شاخ عرب ممالک کے لئے جس کا مرکز (سعودی عرب) ہے، ڈاکٹر عبد الرحمن رافت باشا (صدر شعبہ ادب عربی، امام ابن سعود یونیورسٹی ریاض) اس کے سربراہ مقرر کئے گئے، یورپ، امریکہ اور افریقہ کے ممالک اس شاخ کے تحت رکھے گئے ہیں، برصغیر ہندو پاک ودیگر ایشیائی ممالک کے لئے دوسری شاخ کا مرکز لکھنؤ میں قائم ہوا، اس کے سربراہ مولانا سید محمد رابع ندوی صدر شعبہ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء منتخب ہوئے۔

رابطہ ادب اسلامی کی مجلس امناء کا دوسرا اجلاس ۱۴، ۱۵، ۱۶ / شوال ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ / جون ۱۹۸۶ء کو ترکی کے سب سے بڑے شہر استانبول میں ہوا جس میں سعودی عرب، شام، اردن، فلسطین اور مراکش سے مجلس امناء کے ارکان شریک ہوئے، ہندوستان سے رابطہ ادب اسلامی کے صدر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور رابطہ کی مقامی شاخ کے سربراہ مولانا سید محمد رابع ندوی شریک ہوئے۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی صدارت میں نشست کی کارروائی ہوئی، مولانا نے افتتاحی خطاب میں حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا:۔ یہ نشست صحیح وقت پر اور صحیح جگہ پر ہو رہی ہے کیونکہ استانبول آخری اسلامی خلافت "خلافت عثمانیہ" کا مرکز رہا ہے، جہاں سے ایک طویل عرصہ تک مسلمانوں کو اپنے عقیدہ پر مستحکم رہنے اور اسلام کو زندگی کے تمام میدانوں میں جاری و ساری کرنے کی دعوت دی جاتی رہی ہے، مولانا نے اس نشست کے لئے توفیق الٰہی اور کامیابی کی دعا کی، پھر سکریٹری مجلس امناء ڈاکٹر عبد الباسط بدر (استاذ ادب مدینہ یونیورسٹی) نے نشست کا ایجنڈا پیش کیا اور دیگر ممبران کی تائید کے بعد اسی کے مطابق کارروائی ہوئی۔

سب سے پہلے ہندوستانی دفتر کی رابطہ کے قیام سے اب تک کی کارگزاری رپورٹ، ہندوستانی شاخ کے سربراہ مولانا سید محمد رابع ندوی نے پیش کی، مولانا نے دفتر کی کارگزاری کے ساتھ ۱۲ افراد پر مشتمل ہندوستان کے ادباء واہل قلم کی فہرست پیش کی، جن کو رابطہ کی مجلس امناء نے رابطہ کے ممبر کی حیثیت سے منظور کیا، اس کے بعد استاذ محمد حسن بریغش نے ممالک عربیہ سے متعلق دفتر کی کارگزاری رپورٹ پیش کی، اس پر بحث ومباحثہ ہوا، رابطہ کی مجلس امناء نے ایک قرارداد میں اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ عالم اسلام اور اسی طرح دوسرے ممالک کے کے اسلام پسند ادیبوں کو رابطہ کے اغراض و مقاصد سے روشناس کرانے اور ان کو تنظیم میں شامل کرنے کی جدوجہد کی جائیگی ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ رابطہ کے دستور اساسی میں ممبری کے لئے جن معیاروں اور شرائط کا تذکرہ ہے ان کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے اور جس ملک میں رابطہ کے ممبران کی تعداد بیس سے اوپر ہو جائے وہاں شاخ قائم کیجا سکتی ہے، اسی طرح کسی شہر میں ممبران کی تعداد پندرہ تک پہنچ جائے تو وہاں رابطہ کا شعبہ قائم کیا جا سکتا ہے مجلس امناء نے ہندوستان اور عرب میں اپنے دفتروں پر زور دیا ہے کہ اسلامی رجحانات رکھنے والی خاتون ادیبات کو رابطہ کا ممبر بنانے کی کوشش کریں۔

رابطہ کے پہلے اجلاس میں صدر رابطہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی شخصیت وخدمات سے متعلق ایک کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تھا، حالیہ اجلاس نے اس کام کو مکمل کرنے کا فیصلہ کیا، اسی طرح رابطہ کا نشرہ (بولیٹن) عربی اور دوسری زبانوں میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا، ادب اسلامی سے متعلق منتخب مقالات پر مشتمل ایک کتاب شائع کرنے کا بھی فیصلہ ہوا اور اخیر میں صدر رابطہ کی دعا پر نشست کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

مجلس امناء کی نشست کے علاوہ ترک ادباء واہل قلم کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے رابطہ ادب اسلامی کا تعارف کرایا گیا اور ترک ادباء نے اس سے دلچسپی لی، اسی طرح مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے کئی اجتماعات سے خطاب کیا، مجموعی طور پر اسلام پسند ادیبوں کا یہ اجتماع ادبی اعتبار سے بھی اور دعوتی اعتبار سے بھی بہت مفید رہا۔

مولانا سید رابع حسنی ندوی نے اپنے سفر ترکی کے حالات وتاثرات مرتب کئے ہیں جو اسی شمارہ میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

— نور عظیم ندوی —
آفس سکریٹری رابطہ ادب اسلامی۔

بقیہ صـ ۹

ترک مسلمانوں نے یہ کیا معجزہ کر دکھایا۔

بحر باسفورس کے اوپر ایک طویل وبلند رسی کا پل بنا ہوا ہے جو ابھی دس سال کے اندر تعمیر کیا گیا ہے، ورنہ پہلے کشتیوں کے ذریعہ شہر کے دونوں جزء وابستہ رکھے جاتے تھے، خلیج قرن الذہب پر بھی پل تعمیر ہے، ان پلوں کے ذریعہ شہر کے تمام حصے وابستہ اور متحد رہتے ہیں، شہر دور علاقوں تک پھیل چکا ہے جو اپنے پہاڑی اور وادیائی بلندی وپستی اور تمدنی حسن وترقی سے آراستہ ودلکش معلوم ہوتا ہے، یہ ملک کا سب سے بڑا شہر ہے اور اس کی آبادی ۷۰ لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے اور پورے ملک کی آبادی اب ۵ ۱/۲ کروڑ بتائی جاتی ہے۔

یکشنبہ کو ۱۰ بجے ترکی کے ادباء واہل علم کی ایک وسیع نشست رکھی گئی تھی جس کی وجہ سے رابطہ ادب کی مشاورتی نشست شام کے لئے ملتوی کر دی گئی، ادباء کی نشست میں خاصی تعداد میں ادباء واہل علم شریک ہوئے، جن کی تعداد پانچ چھ سو بتائی جاتی ہے اس میں صحافیوں اور ریڈیو ٹیلی ویژن کے نمائندے بھی شریک ہوئے جس سے حکومت کی طرف سے ایک طرح کی رعایت وپسندیدگی کا اظہار ہوا۔ اور اس کو اسلام وادب اسلامی کے لئے ایک زبردست فال نیک سمجھا گیا کیونکہ ترکی کی حکومت ابھی مصطفےٰ کمال کی بنیادی پالیسی سے منحرف نہیں ہوئی ہے اور اس کے لئے علی الاعلان پیغام دینے اور کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی، حکومت کے اس رویہ کو اسلام پسند حضرات نے ایک فتح تصور کیا اور اس کے مفید نتائج کی توقع کی۔ ....

بقیہ آئندہ

مقامِ حیرت

"تاریخ داں کسی ایک تاریخ، مقام یا متن کی چھان بین اور اسے ثقہ ثابت کرنے کے لئے پوری عمر کھپا دیتے ہیں۔ لیکن ایودھیا کے برہمنوں کی بات نرالی ہے۔ انہیں اس بات میں ذرا بھی شک شبہ نہیں ہے کہ رام ٹھیک اسی جگہ پیدا ہوئے تھے جسے انہوں نے رام جنم استھان کا نام دیا ہے۔ وہ اسے پانچ گز بھی ادھر ادھر کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اگر رام ایک خیالی بیٹے، مثالی شوہر اور مثالی فرماں روا ہیں اگر لکشمن اور بھرت مثالی بھائی ہیں اور اگر سیتا ہندستان کی روایت کے عین مطابق ایک مثالی بیوی ہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ کہاں اور کب پیدا ہوئے؟ ...... لیکن بنیاد پرست ہندو جو مطالبہ کر رہے ہیں وہ صرف یہی نہیں ہے کہ رام اور سیتا کو خیالی اور آدرش شخصیت کے روپ میں تسلیم کیا جائے وہ اس بات پر بھی مصر ہیں کہ مہنتوں کے ذریعہ گھڑی گئی تاریخیں اور مقامات کو بھی ہم تاریخی حقیقت مان لیں۔ ایک ایسی حقیقت جس کے لئے دوسرے فرقے سے جھگڑا جائے اور فتح حاصل کی جائے۔ رام کی جائے پیدائش کا اگرچہ شمہ برابر بھی سائنٹفک ثبوت نہیں ہے۔ تاہم اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بابری مسجد اور رام جنم بھومی کا معرکہ اس بات کا متقاضی ہے کہ تاریخ کی کتابیں جلا دی جائیں۔"

(چدانند داس گپتا)
السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا

عالم اسلام

— محمود الازہار ندوی

دنیا میں ہر روز ۴ لاکھ ۳۲ ہزار افراد اسلام قبول کر لیتے ہیں

دیوار پر لگی گھڑی ٹک ٹک کرتی ہے تو اس کے ساتھ ہی کرۂ ارض پر کہیں نہ کہیں ۵ افراد حلقہ بگوش اسلام ہو کر اس ملت کا ایک حصہ بن جاتے ہیں جو غلامان محمد پر مشتمل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایک گھنٹہ میں ۱۸ ہزار افراد مسلمان ہوتے ہیں، اور ایک دن میں ۴ لاکھ ۳۲ ہزار اور ایک برس میں ان کی تعداد ۱۶ کروڑ ۳۲ ہزار تک پہنچ جاتی ہے اگر اسی رفتار سے مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوتا رہا تو سنہ ۲۰۰۰ء میں کرۂ ارض پر اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہوگا اور مسلمانوں کی تعداد ۲ ارب ۲۵ کروڑ سے بھی بڑھ جائے گی۔

یہ کوئی تعلی یا کسی مجذوب کی بڑ نہیں بلکہ یہ اعداد وشمار ایک مذہبی ادارے نے مرتب کئے ہیں جو گزشتہ دنوں نشر کئے گئے مغربی جرمنی کے اس ادارے کے مطابق اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مذہب مسیحیت ہے اور عیسائیوں کی تعداد ایک ارب ۴۰ کروڑ ہے دوسرے نمبر پر اسلام ہے جس کے ماننے والوں کی تعداد ایک ارب دو کروڑ ہے تیسرے نمبر پر ہندو مت ہے۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد ۶۰ کروڑ دس لاکھ کے لگ بھگ ہے اس کے بعد بدھ مت ہے جس کے ماننے والوں کی تعداد ۳۰ کروڑ کے لگ بھگ ہے ۲۰ کروڑ ایسے لوگ ہیں جو ملحدانہ نظریات رکھتے ہیں اس رپورٹ کے مطابق دنیا میں انسانوں کی کل تعداد ۴ ارب ۵۰ کروڑ ہے اس میں ہر سال پانچ فیصد اضافہ ہو رہا ہے عیسائیوں کی تعداد اس رپورٹ کے مطابق ایک ارب ۴۰ کروڑ ہے اس میں اکثریت کیتھولک عیسائیوں کی ہے اسی رپورٹ کے مطابق اسلام ہی واحد مذہب ہے جسے مقبولیت عام حاصل ہے اور ہر سال قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد ۱۶ فیصد ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہندو مت کا نمبر ہے اس کو قبول کرنے والوں کی تعداد ۱۳ فیصد ہے تیسرے نمبر پر بدھ مت ہے اور چوتھے نمبر پر عیسائیت ہے عیسائیت قبول کرنے والوں کی تعداد گیارہ فیصد ہے۔

اس وقت اگر کوئی منظم طریقے سے اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں تو وہ عیسائی ہیں، عیسائیوں کے ۲ لاکھ ۵۰ ہزار مبلغ تمام دنیا میں خصوصاً افریقی اور کم ترقی یافتہ ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں جہاں وہ عیسائیت پھیلا رہے ہیں۔

دنیا میں ۴۲ ملک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس کے علاوہ کئی ایسے ملک ہیں جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے مثال کے طور پر ہندوستان جہاں مسلمانوں کی تعداد اس وقت کم از کم بارہ کروڑ ہے۔ آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا میں مسلمانوں کی آبادی ۱۶ کروڑ سے متجاوز ہے اس وقت دنیا بھر میں صرف عیسائیت ہی ایسا مذہب ہے جس کی تبلیغ وتشہیر ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت ہو رہی ہے اور دنیا بھر میں مشنریوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گرجوں اور کلیساؤں سے قطع نظر تقریباً دو لاکھ ۵۰ ہزار مبلغ اس وقت تبلیغ کے کام میں معروف ہیں۔ بائبل کے لاکھوں نسخے چھاپ کر دنیا بھر میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں، کروڑوں روپے خدمت خلق کے کاموں پر خرچ کئے جاتے ہیں جو براہ راست تو نہیں بالواسطہ تبلیغ اور عیسائیت کی نشر واشاعت کا ایک حصہ ہے، اس کے علاوہ کسی خطے میں کوئی بیماری آفت آئے عیسائی مشنری اپنا لاؤ لشکر لے کر پہنچ جاتے ہیں یہ بھی ان کے دین کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے، ان تمام کوششوں کے باوجود عیسائیت قبول کرنے والے لوگوں کی تعداد صرف گیارہ فیصد ہے۔

چین کی مسلم آبادی کے مذہبی عقائد کو کوئی خطرہ نہیں

ریڈرز ڈائجسٹ میں بہت سی رنگین تصویروں اور خاکوں کے ساتھ چینی مسلمانوں کے متعلق جان لاٹن کا ایک مضمون شائع ہوا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ چین میں نئے انداز فکر کے رواج کے بعد حکومت اقلیتی قوموں کو زیادہ آزادی دے رہی ہے اور اس سے چین کے مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں چین میں اسلام ۷ ویں صدی عیسوی سے متعارف ہے جبکہ عرب تاجر چین کے ساحلی شہروں تک پہنچے تھے جب دوسرے مسلمان تاجر شاہراہ ریشم کے ذریعہ چین کے دوسرے حصوں میں گئے تو وہاں بھی اسلام کی روشنی پہنچنے لگی۔ اس وقت اسلام چین کی ۵۵ اقلیتی قوموں میں سے دس کا مذہب ہے اور ۱۹۸۱ کی مردم شماری کے مطابق چین میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

ریڈرز ڈائجسٹ کے مضمون نگار کا کہنا ہے کہ چین میں اسلام کے احیاء کے کچھ اثرات دکھائی دینے لگے ہیں، ۱۹۶۶ء، ۷۶ء کے ثقافتی انقلاب کے دوران مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا گیا تھا اور اب نہ صرف مسجدیں دوبارہ کھول دی گئی ہیں بلکہ ان کی مرمت وتزئین بھی کی گئی جس کے اخراجات جزوی طور پر حکومت نے خود برداشت کئے ہیں اسی طرح قرآن حکیم از سرے نو چھاپا گیا ہے اور اسے تقسیم کیا گیا ہے،

مذہبی رہنما کہتے ہیں کہ اب مسجدوں میں ثقافتی انقلاب سے پہلے کے مقابلے میں بھی زیادہ لوگ عبادت کے لئے آتے ہیں دار الحکومت بیجنگ میں ۴۰ مسجدیں موجود ہیں اور شہر کی بڑی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے ۵۰۰ سے ۱۰۰۰ تک افراد آتے ہیں یاد رہے کہ دار الحکومت میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار کے قریب ہے۔ دوسری طرف حج کرنے والے چینی شہریوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے، گزشتہ برس انیس سو افراد نے حج کیا تھا نوجوانوں میں اسلامی تعلیمات کی طرف رجحان پیدا ہو رہا ہے اور کئی اسلامی مدرسوں میں درس وتدریس کا کام جاری ہے۔ جان لاٹن کا کہنا ہے کہ چینی مسلمانوں میں مذہبی رواداری بڑھ رہی ہے۔ جن علاقوں میں ان کی اکثریت ہے وہاں مقامی حکومتوں نے ان کے مذہبی عقائد کے احترام میں سور پالنے کی ممانعت کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کو جداگانہ قبرستان کی اجازت ہے اور مسلمان محنت کشوں کو ان کے مذہبی تہواروں کے موقع پر چھٹیاں دی جاتی ہیں۔ مذہبی فوائد کے علاوہ مسلمانوں نے چین کے کمیونسٹ حکمرانوں سے بہت سی غیر مذہبی مراعات بھی حاصل کی ہیں اور اب علاقائی ومقامی انتظامیہ میں ان کا کردار اہم ہوتا جا رہا ہے۔ مجموعی طور پر اس وقت چین کی مسلم آبادی فائدے میں ہے اور ان کے مذہبی عقائد کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

فلپائن کے مسلمانوں کو مزید داخلی خود مختاری اور اقتصادی سہولتیں فراہم کی جائیں گی

فلپائن کے نائب صدر سلویڈور لاریل نے کہا ہے کہ جنوبی فلپائن میں مسلمانوں کو بہتر اقتصادی مواقع فراہم کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو زندگی میں پوری طرح شامل کر سکیں، منیلا میں سعودی عرب کے اخبار "عرب نیوز" کو ایک انٹرویو کے دوران انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کے حقیقی نمائندوں سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ حکومت سے مزید کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے کہا کہ جنوب میں علاقہ ۱۹ اور ۱۲ میں داخلی خود مختاری دے کر اگرچہ مسلمانوں کا مسئلہ بڑی حد تک حل کر دیا گیا ہے تاہم ان کے خیال میں ان کے لئے مزید اقتصادی سہولتیں فراہم کرنے کی ضرورت ہے انھوں نے کہا کہ مذکورہ علاقوں میں مسلمانوں کو انتظامی اختیارات حاصل ہیں جن کے تحت وہ اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان علاقوں میں مسلمانوں کے لئے نہ صرف مدرسے قائم کئے جا چکے ہیں بلکہ شرعی عدالتوں کا قیام بھی عمل لایا جا چکا ہے تاہم ابھی ان کے لئے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جس میں ان کے مزید داخلی خود مختاری اور اقتصادی سہولتوں کی فراہمی کے امور شامل ہیں انھوں نے کہا کہ موجودہ حکومت فلپائن کے مسلمانوں کے مسائل پر پوری توجہ دے رہی ہے اس سوال کے جواب میں کہ کیا مارکوس حکومت نے ۱۹۷۶ء میں تریپولی میں ہونے والی معاہدے کی پابندی کی تھی فلپائن کے نائب صدر نے کہا کہ مارکوس انتظامیہ نے معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں بعض کوششیں کی تھیں، تاہم مسلمان رہنماؤں نے ان کوششوں کو غیر اطمینان بخش قرار دیا تھا۔

سوڈان کے عوام کی اکثریت اسلامی نظام چاہتی ہے!

سوڈان کے سابق وزیر خارجہ اور نیشنل اسلامک فرنٹ کے سربراہ ڈاکٹر حسن ترابی نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ سوڈان میں دوسری بار جمہوری حکومت آئی ہے عوام کو اس حکومت سے جو امیدیں وابستہ ہیں وہ کہاں تک پوری ہوں گی یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ کیونکہ سوڈان کے مخصوص معاشی حالات اور مغربی ممالک کی مستقل دخل اندازی خاص طور پر عیسائی مشنری کی تحریکات کی جانب سے مذہبی معاملات میں مداخلت سوڈان میں جمہوری نظام کے قیام اور مستحکم حکومت میں ہمیشہ حائل رہی ہے سوڈان میں تحریک اسلامی کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن ترابی نے بتایا کہ دن بدن یہ تحریک عوام میں مقبول ہوتی جا رہی ہے اور عوام میں یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے کہ اسلامی نظام ہی ان کے مسائل کا حل پیش کر سکتا ہے۔ (انقلاب)

نے مزید کہا کہ شروع میں ہمارے مخالفین کا خیال تھا کہ بہت کم سیٹوں میں ہم جیت پائیں گے، لیکن الیکشن کے نتائج نے یہ بات ثابت کردی کی عوام کی اکثریت سوڈان میں اسلامی نظام کا قیام چاہتی ہے چنانچہ ۳۰۰ کی پارلیمنٹ میں اسلامک نیشنل فرنٹ کو ۵۳ سیٹیں ملیں جبکہ شمالی حصے میں ۲۱ کی ۲۱ سیٹیں اسلامک نیشنل فرنٹ نے جیت لیں اس طرح کمیونسٹوں اور دیگر سیکولر پارٹیوں کی بری طرح شکست ہوئی۔ ڈاکٹر ترابی نے دونوں بڑی طاقتیں روس اور امریکہ پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا، روس جنوب میں اپنے اثرات پھیلا رہا ہے اور شمال میں مغربی ممالک اور امریکہ مالی، سیاسی اور اسلحے کی شکل میں مدد کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ افریقہ کا رابطہ مسلم یا عرب دنیا سے بالکل کٹ جائے گا۔ اسلامک نیشنل فرنٹ نے اپنے اثرات دونوں علاقوں میں پھیلائے ہیں اور ان خطرات سے نمٹنے کے لئے جدوجہد شروع کردی ہے۔ ڈاکٹر ترابی نے عالمی اسلامی مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے خصوصیت سے افغانستان میں روسی جارحیت کی سخت مذمت کی اور کہا کہ ہم افغانستان میں مجاہدین کی تحریک اور جہاد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں اور انھیں تمام مشکلات کے باوجود جہاد جاری رکھنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں انھوں نے مزید کہا کہ ہماری پوری ہمدردی اور مدد مجاہدین کے ساتھ ہے۔

اوپیک کے ممالک تیل کی یومیہ پیداوار ایک کروڑ ۶۰ لاکھ بیرل کی حد مقرر کریں

سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فہد نے اوپیک سے کہا ہے کہ وہ تیل کی پیداوار کی حد ایک کروڑ ۶۰ لاکھ بیرل یومیہ مقرر کریں، تاکہ تیل کی عالمی قیمتوں میں تدریجی اضافہ ہو سکے۔ تیل برآمد کرنے والے ۱۳ ممالک کی تنظیم اوپیک نے گذشتہ اپریل میں جنیوا میں ہونے والے ہنگامی اجلاس میں ۲ کے مقابلے میں ۱۰ ووٹوں کی اکثریت سے تیسری سہ ماہی کے لئے ایک کروڑ ۴۰ لاکھ بیرل یومیہ کی پیداوار کی حد مقرر کی تھی جو آخری سہ ماہی میں ایک کروڑ ۷۰ بیرل تک بڑھ گئی تھی اوپیک میں سخت موقف رکھنے والے ممالک الجزائر، ایران اور لیبیا اس سے بھی کم حد مقرر کرنا چاہتے ہیں۔

متحدہ عرب امارات کے تیل کے وزیر نے جو اوپیک کی مارکیٹ مانیٹرنگ کمیٹی کے بھی چیرمین ہیں کہا ہے کہ اس وقت اوپیک کے ممالک کی یومیہ پیداوار ایک کروڑ ۹۰ لاکھ بیرل کے درمیان ہے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع کے منصوبوں پر کام شروع!

شاہ فہد کی ہدایت پر حج سے متعلق سرکاری محکموں نے متعدد منصوبوں پر تیزی سے کام شروع کر دیا ہے۔ ان منصوبوں پر چار ارب ۸۰ کروڑ سعودی ریال خرچ ہوں گے اور یہ اللہ کے مہمانوں کو مزید سہولتیں فراہم کرنے کے لئے اسی سال مکمل ہو جائیں گے سعودی اخبار عرب نیوز کی اطلاعات کے مطابق شاہ فہد نے حال ہی میں حکم دیا تھا کہ مقامات مقدسہ کے منصوبوں کو ترجیح بنیاد پر مکمل کیا جائے۔ انھوں نے مسجد حرام کی توسیع کے لئے ۱۰ ارب سعودی ریال اور مسجد نبوی کی توسیع کے لئے پانچ ارب سعودی ریال کی منظوری دی تھی، شاہ فہد نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں منصوبوں کے معائنہ کے دوران کہا کہ حکومت نے اپنے بانی شاہ عبدالعزیز کے وقت سے مکہ میں مسجد حرام اور مدینہ میں مسجد نبوی اور مقامات حج کے منصوبوں کے اخراجات کی ذمہ داری اس یقین کے ساتھ سنبھالی ہے کہ یہ باعزت ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے سپرد فرمائی ہو۔ عرب نیوز کی اطلاع کے مطابق اس سال مسجد حرام کی چھت پر نماز ادا کرنے کی سہولت رکھی گئی ہے اسی نئی سہولت کی تکمیل پر ۲۰ ہزار سعودی ریال خرچ ہوئے ہیں چھت پر نماز کی یہ سہولت مسجد حرام کی توسیع اور ترقی میں ایک اور اضافہ ہے شاہ فہد اسٹریٹ کو شعب امیر کے علاقے میں مقدس رنگ روڈ سے ملا دیا جائے گا، اسی پر ۸۷ کروڑ ۱۰ لاکھ سعودی ریال خرچ ہوں گے منیٰ سے حرم شریف تک پیدل چلنے والوں کے لئے سڑک کی تعمیر پر تیزی سے کام ہو رہا ہے اسی پر تین کروڑ ۵۰ لاکھ سعودی ریال خرچ ہوں گے ان سڑکوں کے ساتھ ساتھ سایہ کے لئے ٹن شیڈوں کی تعمیر اور درخت لگانے پر تین کروڑ ۱۰ لاکھ سعودی ریال خرچ کئے گئے ہیں۔

اسی علاقے میں جو دوسرے منصوبے زیر تعمیر ہیں ان میں ایک سرنگ شامل ہے جو شاہ عبدالعزیز اسٹریٹ تک کھودی جا رہی ہے پارکنگ کے لئے جگہیں بنائی جا رہی ہیں منیٰ میں پانچ ہزار غسل خانے تعمیر کئے جا رہے ہیں اور قربانی کے جانوروں کا گوشت اسٹور کرنے کے لئے ریفریجریٹر نصب کئے جا رہے ہیں۔ منیٰ میں پہاڑی ٹیلے کے برابر کرنے کے منصوبے پر کام ہو رہا ہے سات ارب مکعب میٹر پتھر کی چٹانیں ہٹائی جا رہی ہیں تاکہ رمی جمار (کنکریاں مارنے) کے دوران حاجیوں کی نقل و حرکت میں آسانی ہو، المدینہ کے مطابق اس سال ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ سعودی ریال کی لاگت سے ایک واٹر ٹینک مکمل ہو جائے گا جس میں دس لاکھ مکعب میٹر پانی کے لئے گنجائش ہوگی یہ اس علاقہ میں سب سے بڑا ٹینک ہوگا، وزارت صحت مقامات مقدسہ میں صحت کے ساٹھ سے زیادہ مراکز چلائے گی منیٰ جنرل اسپتال اور جبل الرحمۃ اسپتال ان کے علاوہ ہیں ۶۰۰ بستروں کے صحت کے یہ مراکز مختلف مقامات میں اسی طرح تقسیم کئے گئے ہیں منیٰ میں ۱۲ عرفات میں ۱۷ باقی مزدلفہ اور حاجیوں کے دیگر مراکز میں ہوں گے سعودی ہلال احمر سوسائٹی کی دو ہزار ایمبولنس کے علاوہ دفاع اور ہوابازی کی وزارت ہیلی کاپٹر بھی اللہ کے مہمانوں کی صحت کا خیال رکھنے کے لئے تیار رہیں گے یہ مقامات مقدسہ کے درمیان افرادی قوت اور سیکورٹی کے ... کی مثالی تقسیم کے لئے وزیر داخلہ شہزادہ نائف کو ایک منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔

روس میں پوست اور شراب کے استعمال میں اضافہ

روس میں منشیات کے استعمال میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور نشہ آور دوائیں اتنی آسانی سے دستیاب ہیں جتنی آسانی سے گھروں میں تیار کی جانے والی شراب ووڈکا روزنامہ "خلیج ٹائمز" نے روسی کمیونسٹ پارٹی کے اخبار پراودا کے حوالے سے خبر دی ہے کہ اس وقت پورے روس کو منشیات کے مسئلے کا سامنا ہے اور روسی نوجوان بڑی تیزی سے پوست اور دیگر منشیات کے عادی ہوتے جا رہے ہیں، پراودا نے منشیات کے بڑھتے ہوئے استعمال کو روکنے میں ناکامی کا ایک سبب بعض حکام اور ڈاکٹروں کی ناتجربہ کاری قرار دیا ہے پراودا کے مطابق پولیس نے ایک ریلوے اسٹیشن پر منشیات کے عادی ایک شخص کو گرفتار کیا تھا لیکن جب ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے لئے پہونچا تو وہ اس لئے پولیس کی کوئی مدد نہ کر سکا کہ منشیات کے بارے میں اسے کسی طرح کا تجربہ نہیں تھا۔

اخبار کے مطابق روس میں دوا سازی کے مقصد کے تحت پوست کاشت کی جاتی ہے تاہم اس کی نگرانی نہیں کی جاتی جس کے نتیجے میں نشے کے عادی افراد کھیتوں میں گھس کر بڑی آسانی سے پوست حاصل کر لیتے ہیں۔ اخبار کے مطابق مسئلہ صرف پوست کا ہی نہیں بلکہ روس میں شراب اور بھنگ جیسی دیگر منشیات کا استعمال بھی بڑھ رہا ہے۔

کابل میں جبری بھرتی یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے تین سال کی فوجی خدمات لازمی

کابل میں قابض روسی حکام کی ہدایت پر کٹھ پتلی انتظامیہ جبری بھرتی کے بہانے ہزاروں نوجوانوں کو گرفتار کر چکی ہے، گرفتار شدگان نوجوان کے والدین اور عزیزوں کی احتجاجی جلوس پر روسی دستوں نے اندھادھند فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں متعدد افراد جاں بحق اور زخمی ہو گئے مسلح روسی دستوں نے ۱۰ جون کی صبح کابل یونیورسٹی اور دیگر تعلیمی اداروں کا محاصرہ کر لیا۔ روسی فوجیوں نے تعلیمی ادارہ میں داخل ہو کر مجموعی طور پر سات ہزار دو سو طلبا پکڑ لئے جنھیں ٹرکوں میں لاد کر نامعلوم مقامات پر منتقل کر دیا گیا پکڑ دھکڑ کی اس مہم میں متعدد اساتذہ بھی دھر لئے گئے۔

اطلاعات کے مطابق اگلے روز کابل کے ہزاروں شہریوں نے احتجاجی جلوس نکالا جنھوں نے سڑکوں پر مارچ کرتے ہوئے تلہ جنگی کے علاقہ میں جبری بھرتی دفتر کے سامنے زبردست مظاہرہ کیا یہاں پر روسی فوجیوں نے مظاہرین پر فائر کھول دیا تاہم ہلاک ہونے والے شہریوں کی قطعی تعداد معلوم نہیں ہو سکی، ایک اور اطلاع کے مطابق قابض روسی حکام کے ایماء پر کٹھ پتلی انتظامیہ نے پابندی عائد کر دی ہے کہ کابل یونیورسٹی میں داخلے سے قبل ہر طالب علم کو تین سال تک جبری فوجی خدمات دینی ہوں گی۔

پاکستان روسی فوجوں کی واپسی کیلئے ۸ ماہ کی مدت دینے کو تیار ہو گیا ہے

روس کی طرف سے افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا منصوبہ سامنے آنے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے درمیان اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ہونے والے بالواسطہ مذاکرات میں ایک نئی جان پڑ گئی ہے اور اب ۳۰ جولائی کو جنیوا میں ہونے والے مذاکرات کا اصل موضوع افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا ٹائم ٹیبل ہوگا، فار ایسٹرن اکنامک ریویو کے مطابق اگرچہ سفارتکاروں کو اسی موقع پر دونوں ملکوں کے درمیان ... سمجھوتہ طے پا جانے کی امید نہیں اور ان کا کہنا ہے کہ روس کابل میں قائم اپنی حامی کمیونسٹ حکومت کے تحفظ سے دستبردار نہیں ہوگا

بقیہ ص ۱۵

صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں اور عیدگاہ کی حاضری سے روک دیں تو ایسے شخص کا کہاں ٹھکانہ ہوگا؟ عیدگاہ اور مساجد اللہ تعالیٰ کی محبوب جگہیں ہیں یہاں جمع ہونے والوں پر عفو و کرم کی بارش ہوتی ہے، یہاں کی حاضری سے کسی بدنصیب سے بدنصیب ہی کو روکا جا سکتا ہے اس لئے بخل سے کام نہ لیں جس نے یہ مال دیا ہے یہ حکم بھی اسی کا دیا ہوا ہے اس کی تعمیل کریں، اسی میں سلامتی ہے۔

ایک ضروری مسئلہ:-

بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ باپ بھی کماتا ہے اس کے چار پانچ لڑکے ہیں وہ بھی الگ الگ کماتے ہیں، ماں اور سب دلہنوں کی ملکیت میں سونے چاندی کا زیور بھی ہوتا ہے لیکن بقرعید کو قربانی صرف ایک ہوتی ہے اور جملہ اہل خانہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب کی طرف سے یہ واجب ادا ہو گیا، یہ سخت ناسمجھی اور مغالطے کی بات ہے، یاد رکھیں قربانی واجب ہونے کے لئے گھر کے ہر فرد کی علیحدہ علیحدہ ملکیت دیکھی جائے گی اور جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا مختلف سونے چاندی کا زیور ہو مگر مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے مساوی ہو یا اسی قدر چاندی کی قیمت کا مال تجارت ہو یا اتنی ہی مالیت کا فاضل سامان پڑا ہوا ہو تو اس پر بقرعید کے دن قربانی واجب ہوگی، چنانچہ اگر اتنا زیور یا روپیہ یا فالتو ساز و سامان ماں، باپ تمام لڑکوں اور ان کی بیویوں کی ملکیت میں ہوا تو ان سب پر ایک ایک قربانی واجب ہوگی، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی فرض ہونے کے لئے مذکورہ بالا مقدار چاندی یا اس کی قیمت یا اس کے بقدر مال تجارت کے ملکیت میں ہونے پر سال گذرنا بھی ضروری نہیں ہے اگر کسی کے پاس بقرعید کی بارہویں تاریخ کو عصر کے وقت اتنا روپیہ پیسہ یا مال تجارت یا غیر مال تجارت آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہوتی ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جائے گی۔

قربانی کے مسائل

قربانی کس پر واجب ہے

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مال تجارت ہو یا فاضل سامان پڑا ہو اس پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہو جاتے ہیں بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر قربانی بھی واجب نہیں یہ بات صحیح نہیں ہے، یوں کہنا تو درست ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اس پر قربانی واجب نہیں کیونکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں اس لئے کہ ان کے پاس سونا چاندی یا مال تجارت یا نقدی نصاب کے بقدر نہیں ہوتی لیکن بہت سا فاضل سامان پڑا ہوتا ہے (جیسے استعمال کیا ہوا ضرورت سے زائد فرنیچر وغیرہ) اگر یہ فاضل سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے لیکن زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب نصاب پر چاند کے اعتبار سے بارہ مہینے گزر جائیں اور قربانی واجب ہونے کے لئے قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے چوبیس گھنٹے گزرنا بھی ضروری نہیں ہے، اگر کسی کے پاس بقرعید کی نویں تاریخ کو عصر کے وقت ایسا مال آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے اور وہ کل صبح تک اس کی ملکیت میں بھی رہا تو اس پر کل کو قربانی واجب ہو جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے اور ہر ایک کی ملکیت علیحدہ دیکھی جائے گی اگر کسی گھر میں باپ، بیٹے، بیٹوں کی ماں، ہر ایک کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی، البتہ نابالغ کی طرف سے کسی حال میں قربانی کرنا لازم نہیں عورتوں کے پاس عموماً اتنا زیور ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، بھیڑا، دنبہ، دنبی کی قربانی ہو سکتی ہے ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگرچہ کتنا زیادہ قیمتی ہو اور کھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو، لہٰذا ہرن کی قربانی نہیں ہو سکتی، اسی طرح دوسرے حلال جنگلی جانور قربانی میں ذبح نہیں کئے جا سکتے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات حصے ہو سکتے ہیں یعنی ان میں سے ایک جانور سے سات قربانیاں ہو سکتی ہیں خواہ ایک ہی آدمی ایک گائے لے کر اپنے گھر کے آدمیوں کے وکیل بننے سے ان کا وکیل بن کر سات حصے تجویز کرکے ذبح کردے یا مختلف گھروں کے آدمی ایک ایک یا دو دو حصے لے کر سات پورے کرلیں، مگر شرط یہ ہے کہ جتنے شریک ہوں ہر ایک کی نیت قربانی کی ہو یا کسی نے عقیقہ کے لئے ایک دو حصے لے لئے ہوں چونکہ عقیقہ میں بھی اللہ ہی کے لئے خون بہایا جاتا ہے اس لئے عقیقہ کا حصہ قربانی کے جانور میں لیا جا سکتا ہے جتنے لوگوں نے قربانی کے جانور میں شرکت کی اگر ان میں سے کسی ایک آدمی کی نیت بھی اس گوشت کی تجارت کرنے یا محض گوشت کھانے کی ہو تو کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی، اور اگر بھینس، گائے، اونٹ میں سات حصوں سے کم حصے کر کے چھ آدمیوں نے ایک ایک حصہ لے لیا یا پانچ آدمیوں نے پانچ حصے کر کے ایک ایک حصہ لے لیا تب بھی قربانی درست ہو جائے گی بشرطیکہ کسی کا ساتواں حصے سے کم نہ ہو اور اگر آٹھ حصے بنالئے اور آٹھ قربانی والے شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- چھوٹے جانور جیسے بکرا، بکری وغیرہ میں شرکت نہیں ہو سکتی، ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔ (عالمگیری)

قربانی کے جانور کی عمریں:-

مسئلہ:- گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹ اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے، ہاں اگر بھیڑ یا دنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال بھر والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ چھ مہینے سے کم کا نہ ہو۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان۔ (الحدیث)

مسئلہ:- اگر جانور کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتلاتا ہے اور ظاہری حالات سے اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔ (احکام عید الاضحیٰ و قربانی)

کیسے جانور کی قربانی درست ہے

چونکہ قربانی کا جانور بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے اس لئے بہت عمدہ، موٹا تازہ صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہونا ضروری ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے آنکھ کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا پچھلا حصہ یا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو اور نہ ایسے جانور کی قربانی کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خصوصیت کے ساتھ چار طرح کے جانوروں سے پرہیز کرو۔

۱- العرجاء البین ظلعہا۔ یعنی وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

۲- والعوراء البین عورہا۔ یعنی وہ کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

۳- والمریضۃ البین مرضہا۔ یعنی ایسا بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو۔

۴- والعجفاء التی لا تنقی۔ یعنی ایسا دبلا مریل جانور جس کی ہڈیوں میں مینگ گودا نہ رہا ہو۔ (رواہ مالک والترمذی وابوداؤد وغیرہ)

حضرات فقہاء کرام نے ان احادیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جو جانور بالکل اندھا ہو یا بالکل کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان کا تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم کٹ گئی ہو یا اس کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ کٹ گیا ہو یا اتنا دبلا جانور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی جائز نہیں اگر جانور دبلا ہو مگر اتنا زیادہ دبلا نہ ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی۔ (عالمگیری)

لیکن وہ ثواب کہاں ملے گا جو موٹے تازے جانور کی قربانی میں ملتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے گھٹیا حیثیت کا جانور اختیار کرنا ناسمجھی بھی ہے اور ناشکری بھی۔

مسئلہ:- جو جانور تین پاؤں پر چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا یعنی چلنے میں اس سے کچھ سہارا نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے لیکن پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ:- جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جو بھی باقی ہیں وہ تعداد میں گر جانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ:- اگر کسی جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان ہیں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ:- جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں لیکن عمر اتنی ہو چکی ہے جتنی عمر قربانی کے جانور کی ہونی لازم ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر سینگ نکل آئے تھے اور ان میں ایک یا دونوں کچھ ٹوٹ گئے تو ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے اور اندر کی مینگ بھی ختم ہو گئی تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

مسئلہ:- خصی جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے جانوروں کی قربانی کی ہے۔ فقد روی ابوداؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ عنہ قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین۔ (عالمگیری)

(باقی آئندہ)

طلبہ کا صفحہ

علامہ شبلی کی علمی و ادبی خدمات

طارق شفیق

علامہ شبلی بیک وقت ادیب، مورخ، سیرت نگار، عالم، فلسفی، غرض علامہ شبلی اپنی ذات میں ایک انجمن ایک اکیڈمی تھے

علامہ شبلی کی علمی خدمات

علامہ شبلیؒ نے ایسے پر آشوب دور میں ہوش کی آنکھیں کھولیں جب کہ ملت اسلامیہ ایک قدآور اور عبقری شخصیت کی منتظر تھی اس لئے کہ غدر کے بعد ہندوستان کی علمی دنیا میں قحط الرجال کا دور دورہ تھا، اسلامی علوم و فنون اور اسلاف کے کارناموں کی روز بروز بے وقعتی بڑھتی جارہی تھی اور تاریخ کے ذریعہ یورپ مسلمانوں کی تاریخ و تمدن کے روشن چہرے پر سیاہی پھیرا جا رہا تھا تاکہ ان کا مذہب جوان کی تمام تحریکات کی روح ہے ہمیشہ کے لئے مردہ ہوجائے، ایسے وقت میں ملت کو ایسی باوقار شخصیت کی ضرورت تھی جو قدیم و جدید کا سنگم ہو اور زمانہ کی نبض و حرارت سے بخوبی واقف ہو، یہ اوصاف علامہ شبلی میں پائے جاتے تھے، وہ زمانہ کے مذاق کے مطابق اسلام کی صحیح نمائندگی بھی کر سکتے تھے چنانچہ علامہ نے متکلم اسلام کی ذمہ داری قبول کی اور تاریخ کے راستے سے اسلام پر جو حملے ہو رہے تھے اس کے دفاع کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا، حیات شبلی میں مولانا سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں "یورپ جیسے ہوشمند حریفوں کے مقابلے میں ساری دنیائے اسلام کی صف سے سب سے پہلے جو شیر دل نکلا وہ علامہ شبلی تھے جنہوں نے انہی کے طریقے اور ان ہی کے اسلوب بیان کو جواب دینا شروع کیا اور بتایا کہ اسلام کے فیض و برکت اور فرحت بخش ہواؤں نے دنیا کے علم و تمدن کی بہاروں کو کیسے دوبالا کیا، اور یونانیوں، ایرانیوں، ہندوستانیوں کے مردہ علوم میں کیونکر اپنی محنتوں اور تحقیقوں سے جان ڈالی، اور اسی غرض کے لئے علامہ شبلیؒ نے علم الکلام اور الکلام جیسی معرکۃ الآراء کتابیں لکھیں"۔

علامہ شبلیؒ یورپین تہذیب و تمدن سے نہ کبھی مرعوب ہوئے اور نہ انہیں کبھی اپنی بے مائیگی اور کمتری کا احساس ہوا، ان کو یقین تھا کہ مسلمانوں کا ماضی اور ان کا تمدن اس سے بھی زیادہ روشن اور درخشاں ہے ان کو اپنے مذہب پر ناز تھا، اپنے تمدن پر فخر تھا، اپنی تہذیب سے عشق تھا اسی بنا پر جب نئی نسل مغربی تہذیب و تمدن سے بہت زیادہ متاثر ہونے لگی اور ان کے دل و دماغ میں ڈیکارٹ، لاک، ہیگل، جیسے فلاسفر، شکسپیر، ملٹن اور شیلے جیسے شعراء اور نیولین، نیوٹن جیسی شخصیتیں چھانے لگیں تو علامہ شبلیؒ نے ان کے مقابلے میں غزالی، ابن تیمیہ، رومی، سعدی، ابن رشد وغیرہ کے کارنامے جدید شکل میں پیش کئے، سیرۃ النعمان لکھ کر امام ابو حنیفہؒ کی عظیم الشان شخصیت سے واقف کرایا، سیرۃ المامون کے ذریعے دور عباسی کے اس بے نظیر تمدن کا تعارف کرایا جو اپنے دور میں موجودہ ترقی یافتہ تمدن سے کہیں فائق تھا اور سب سے بڑھ کر مغربی جمہوریت کے دلدادہ مسلمانوں کو اسلامی نظام حکمرانی سے متاثر کرنے کے لئے مصر اور استنبول کی خاک چھان کر فاروق اعظم کا جمہوری نظام اور ان کی بے نظیر مثالی شخصیت کو "الفاروق" کے ذریعہ ہدیۂ ناظرین کیا، اور ان کی سیرت کے ذریعہ مسلمانوں کو زندگی گذارنے کا طریقہ بتایا اور اعدائے اسلام کی طرف سے اسلامی تمدن اور اسلامی شخصیت پر جو اعتراضات تھے، الجزیۃ فی الاسلام "کتب خانہ اسکندریہ، اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر" لکھ کر مخالفین کی زبان بند کردی، علامہ شبلیؒ ——— معترضین کے اعتراضات کا ذکر کئے بغیر اس انداز سے اپنی تحقیقات پیش کرتے ہیں کہ مخالفین کا پورا پورا جواب ہوجاتا ہے دوسرا امتیاز یہ تھا کہ انہوں نے حوالہ دینے اور ماخذ بتلانے کا التزام کیا ہے جس سے ان کی تصنیفات باوقار اور مستند ہوجاتی ہیں یہ دونوں امتیاز ایسے تھے جن کے بارے میں اگر کہا جائے کہ علامہ شبلیؒ نے اس کی داغ بیل ڈالی تو مبالغہ نہ ہوگا۔

علامہ شبلی کی ادبی خدمات

علامہ شبلیؒ نے ادب کے ہر گوشہ میں بے پایاں خدمت انجام دی ہے ان کے اسلوب کی مختصر تعریف قل و دل ہے مولانا شبلیؒ کا ایک ایک جملہ ادب کا ایک ایک موتی ہے ان کا ہر فقرہ ادب کا گوہر بے بہا ہے، مولانا عبدالماجد دریابادی کا بیان ہے کہ "مولانا شبلیؒ کی تحریروں کو پڑھتے نہیں بلکہ تلاوت کرتے تھے مولانا شبلیؒ کی تحریر کی سنجیدگی ان کے الفاظ و معنی کی صحت اور ان میں رنگینی، عبارت کی چستی اور اس میں روانی اور شگفتگی ان خصوصیات کا الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

علامہ شبلیؒ کی ادبی خدمات کی اہمیت و افادیت کو ہندوپاک کے علاوہ باہر کے ملکوں میں بھی تسلیم کیا گیا ہے مشہور مستشرق پروفیسر ایڈورڈ براؤن نے اپنی تالیف تاریخ ادبیات ایران میں مولانا کی تالیف شعر العجم کی بے حد تعریف کی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ شعر العجم اردو ادب کے سرمایہ میں گرانقدر اضافہ ہے اور اس کے ذریعہ فارسی کلام اور فارسی شعراء پر ایسا بے نظیر تبصرہ اور تنقید کیا ہے جس کی مثال خود زبان فارسی میں نہیں ہے۔

علامہ شبلیؒ کی موازنہ انیس و دبیر دنیائے اردو کی موازنہ اور تنقید کی پہلی خشت ہے جس پر بعد میں چل کر موجودہ مینار بلند کیا گیا ہے جناب صباح الدین عبدالرحمان صاحب لکھتے ہیں کہ موازنہ اور تنقید نگاری کا فن جس قدر ترقی کر جائے علامہ شبلیؒ کی اولیت پر آنچ نہیں آسکتی۔ علامہ شبلیؒ اپنی ذات سے ایک انجمن، ایک دبستان اور ایک اسکول تھے ان کا اسلوب اور طرز تحریر آج بھی علمی اور ادبی حلقوں میں معتبر اور لائق تقلید ہے، زمانہ دراز گذر جانے کے باوجود ان کی تازگی و شگفتگی میں ذرا فرق نہیں آیا ہے، شعر العجم کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اسلام ایک ابر کرم تھا جو سطح خاک کے ایک ایک چپے پر برسا لیکن فیض بقدر استعداد پہنچا جس خاک میں جس قدر قابلیت تھی اسی قدر فیضیاب ہوئی، عرب، ایران، ہند، مصر، شام اور روم سب اس کے حلقے میں آئے لیکن قبول اثر میں سب یکساں نہ تھے فرق مراتب کی حیثیتیں بھی مختلف تھیں جس قوم میں جس قسم کی قابلیت تھی اسلام نے اس کو اور چمکایا" موازنہ انیس و دبیر میں ایک جگہ شاعری کا سراپا بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "دریا کی روانی، جنگل کی ویرانی، باغ کی شادابی، سبزہ کی لہک، پھولوں کی مہک، خوشبو کی لپٹ، نسیم کے جھونکے، دھوپ کی سختی، گرمی کی تپش، جاڑوں کی ٹھنڈ، صبح کی شگفتگی، شام کی دلآویزی، یا رنج و غم، غیظ و غضب، جوش و محبت، افسوس و حسرت، عیش و طرب، استعجاب و حیرت ان چیزوں کا اس طرح بیان کرنا کہ دلی کیفیات دلوں پر چھا جائے اسی کا نام شاعری ہے"۔

مذکورہ بالا اقتباسات کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوجاتا ہے کہ جناب صباح الدین عبدالرحمن صاحب نے مولانا کی تحریری کاوشوں کی کتنی صحیح عکاسی کی ہے، مولانا موصوف لکھتے ہیں "جو کوئی بھی ان کی تصانیف اور مقالات پڑھتا ہے تو وہ غیر ارادی طور پر محسوس کرتا ہے کہ ان میں باد سحر کے جھونکے بھی ہیں خوشبو کی لپٹ بھی، سبزہ کی لہک بھی، بلبلوں کی چہک بھی، طاؤس کی جھنکار بھی، آبشاروں کا شور بھی، اور وہ جہاں ان کی انشاپردازی کی رنگینیوں اور رعنائیوں سے محظوظ ہوتا ہے وہاں وہ ان کے تحقیقی انکشافات اور تاریخی رازوں کی پردہ کشائی سے بھی مرعوب ہوتا ہے"۔ (البصیر شبلیؒ نمبر)

علامہ شبلیؒ نے شاعری بھی کی، اور شاعری کا آغاز اس وقت کیا جب کہ اردو شاعری گل و بلبل، عشق و جنون، گیسو، اور کاجل وغیرہ میں الجھی ہوئی تھی لیکن علامہ شبلی نے مثنوی قصیدہ اور نظموں میں ایک نئی روح بخشی اور شاعری کا ایک نیا دور شروع کیا جس میں مسلمانوں کی کامیابی کا راز مضمر تھا، علامہ کی شاعری میں صحیح جذبات ہے، آزادی کی تڑپ ہے حقیقت نگاری ہے، ماضی کی داستان ہے، مستقبل کی فکر ہے، سوز ہے نالہ ہے، آہ و بکا ہے منظر کشی اور واقعہ نگاری اور جذبۂ درد کی عکاسی کا بہترین نمونہ ہے، انہوں نے حادثہ کانپور کے موقع پر جو نظم لکھی تھی اس کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

کل مجھ کو چند لاشۂ بےجاں نظر پڑے
دیکھا قریب جا کے تو زخموں سے چور ہیں
کچھ طفل خورد سال ہیں جو چپ ہیں خود مگر
بچپن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم بے قصور ہیں
آئے تھے اسلئے کہ بنائیں خدا کا گھر
نیند آگئی ہے منتظر نفخ صور ہیں
کچھ نوجوان ہیں بے خبر نشۂ شباب
ظاہر میں گرچہ صاحب عقل و شعور ہیں
اٹھا ہوا شباب یہ کہتا ہے بے دریغ
مجرم کوئی نہیں ہے مگر ہم ضرور ہیں
کچھ پیر کہنہ سال ہیں دلدادۂ فنا
جو خاک و خوں میں بھی ہمہ تن غرق نور ہیں
پوچھا جو میں نے کون ہو تم؟ آئی یہ صدا
ہم کشتگان معرکۂ کانپور ہیں

مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم تحریر فرماتے ہیں "مولانا شبلی کی تاریخی اور اخلاقی نظمیں اپنی خوبی اور بلندی کے لحاظ سے بڑے بڑے ضخیم دیوانوں کے مقابلے میں بھاری ہے، ان نظموں نے ایک طرف اسلامی تاریخ کے انمول موتیوں کو ایک

بقیہ ص۱۵

بقیہ ص۱۱ کا

تاہم اس بات کا قوی امکان ہے کہ ۴ سالہ طویل مذاکرات اس موقع پر اپنے اختتام کو پہنچ جائینگے جریدے کے مطابق اگر ایسا ہوا تو اس کا کریڈیٹ میخائل گورباچوف کو جائے گا جریدے کے مطابق اگرچہ ۲۳ مئی کو اختتام پذیر ہونے والے مذاکرات کے دوران روس کی طرف سے سامنے آنے والے فوجوں کی واپسی کے ٹائم ٹیبل کو پاکستان مسترد کر دیا تھا اور اس کا مطالبہ تھا، روسی فوجیں ۳ ماہ کے اندر افغانستان سے چلی جائیں تاہم معلوم ہوا ہے کہ اب وہ روس کو اس کی فوجوں کی واپسی کے لئے ۱۸ ماہ کی مدت دینے کو تیار ہوگیا ہے، جبکہ روس نے اپنی طرف سے دی جانے والی مدت کم کرکے ۱۸ ماہ کردی ہے، جریدے کے مطابق پاکستانی وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خاں کے دورہ واشنگٹن کے بعد ظاہر ہونے والی امریکی رویے کی روشنی میں سمجھوتہ کے امکانات مزید واضح ہو جائیں گے۔ تاہم ماسکو میں مقیم ایشیائی سفارت کاروں کے خیال میں اگرچہ روسی رہنما میخائل گورباچوف افغانستان کی جنگ کے خاتمے کے خواہشمند ہیں تاہم وہ اس پر اپنا کنٹرول ختم کرنا پسند نہیں کریں گے، روسی قیادت نجیب اللہ کی صلاحیتوں اور ان کی بے رحمی کا اعتراف کرتی ہے جنہوں نے کے۔جی۔بی کے اعلیٰ افسروں کی مدد سے جوان کے مشیر ہیں افغان خفیہ پولیس (خاد) کو ایک انتہائی موثر قوت میں تبدیل کر دیا ہے۔ روسیوں کو یقین ہے کہ وہ مجاہدین کے خلاف جنگ کا غیر ضروری بوجھ برداشت کئے بغیر ملک کو خطرات سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دوسری طرف اگر روسی مسئلہ افغانستان پر امریکہ کے لئے کسی قابل قبول سمجھوتے کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے تو غالباً امریکہ بھی اپنی روسی مخالف پالیسی کے باوجود اس کی حمایت کرے گا۔ امریکی حکومت نے افغان مجاہدین کی وہ اپیل مسترد کردی ہے جو انہوں نے اس سے اپنے آپ کو سیاسی طور پر تسلیم کروانے کے لئے کی تھی جریدے کے مطابق امریکہ مجاہدین کو وہ موثر ہتھیار دینے کے لئے تیار نہیں ہوا جو انہوں نے روس کی فضائی قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے طلب کئے تھے، جریدے کے کہنا ہے کہ اگر امریکہ نے پاکستان کے اس مطالبہ کی حمایت کی ہے کہ روسی فوجیں ۲ ماہ سے ۴ ماہ تک کے عرصہ میں افغانستان سے واپس چلی جائیں تاہم وہ اس کام کے لئے روس کو اس سے زیادہ مگر ۱۸ ماہ سے کم کا وقت دینے کو آمادہ نظر آتا ہے، جریدے کے مطابق "اصل مسئلہ یہ ہے کہ روس نے افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی کے شرط عائد کی ہے کہ وہاں عدم مداخلت کو یقینی بنانے کے لئے عالمی اداروں کی طرف سے فضائی اور زمینی نگرانی کی جائے تاکہ پاکستان کے ذریعہ مجاہدین کو مغربی اسلحہ کی فراہمی کا امکان باقی نہ رہے۔ جبکہ امریکہ، پاکستان اور افغانستان دونوں جگہ صرف زمینی نگرانی کے حق میں ہیں۔

افغان جنگ کے خاتمہ کے لئے پاکستان اور افغانستان سیاسی قوت ارادی کا مظاہرہ کریں

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل پیریز دی کوئیار نے پاکستان اور افغانستان سے کہا ہے کہ وہ افغانستان کی ۷ سالہ جنگ کے خاتمے کے لئے سیاسی قوت ارادی کا مظاہرہ کریں کیونکہ اقوام کبھی نہ ختم ہونے والے مذاکرات کا اہتمام نہیں کر سکتی مسٹر ڈیکوئیار نے یہ باتیں جنیوا میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی انھوں نے کہا کہ افغانستان کے سوال پر جنیوا میں ہونے والی بات چیت جو چار سال قبل شروع ہوئی تھی گھوم پھر کر وہیں آجاتی ہے۔ مسٹر ڈیکوئیار نے کہا کہ ضابطہ کی کارروائی پر اگرچہ کچھ پیش رفت ہوئی ہے لیکن اصل معاملہ پر مزید آگے بڑھنے کی ضرورت ہے، اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل نے کہا کہ افغانستان سے تقریباً ایک لاکھ ۱۵ ہزار فوجیوں کی واپسی کے ٹائم ٹیبل کے بارے میں ابھی تک وسیع اختلافات ہیں انھوں نے کہا کہ پاکستان اور کابل انتظامیہ کے وزرائے خارجہ کے درمیان مئی میں بالواسطہ مذاکرات کے تازہ ترین دور میں روسی فوجوں کی واپسی کے لئے بات چیت شروع ہوئی تھی بالواسطہ مذاکرات کا آئندہ دور ۳۰ جولائی سے شروع ہوگا

افغان مسئلہ پر مذاکرات میں لچکدار رویہ اختیار کیا جائے گا۔

کابل حکومت نے اشارہ کیا ہے کہ وہ افغان مسئلہ پر جنیوا میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام بالواسطہ مذاکرات میں لچکدار رویہ اختیار کرے گا، یہ باتیں ڈاکٹر نجیب اللہ نے مغربی جرمنی کے ایک معروف جریدے کو ایک انٹرویو میں انھوں نے کہا کہ ان کی حکومت جنیوا مذاکرات کے مثبت نتائج کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی ڈاکٹر نجیب اللہ نے کہا کہ افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلار کے لئے تین سال کی مدت کے سوال پر جس کا کابل حکومت مطالبہ کر رہی ہے لچکدار موقف اختیار کیا جائے تاہم اس کا انحصار مذاکرات پر ہے اور اس انخلار کیلئے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ افغانستان کے خلاف ہر قسم کی جارحیت اور مداخلت ختم کی جانی چاہئے۔

دینی تعلیمی کونسل کی صوبائی کانفرنس

دینی تعلیمی کونسل کی ایک اہم مشاورتی میٹنگ صوبائی سطح پر ہوئی جس میں سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مقبول احمد صاحب نائب صدر دینی تعلیمی کونسل، ریاض الدین صاحب جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل، مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی سکریٹری دینی تعلیمی کونسل، ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین صاحب قریشی، سکریٹری و خزانچی دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش، مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا معاذ الاسلام مہتمم مدرسہ اعدادیہ حفظ مہر الدین صدر قاضی کونسل کے علاوہ ارکان کونسل و اضلاع کی انجمنوں کے صدور سکریٹری اور خزانچی کے علاوہ اضلاع کے اہم حضرات، ماہرین تعلیم، دانشور، پرنسپل اور اساتذہ شریک ہوئے۔

یہ طے پایا کہ صوبہ میں دینی تعلیمی تحریک کو بڑے پیمانہ پر چلایا جائے۔ تمام اضلاع میں کونسل کو مستحکم کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے ضلعی [illegible] کانفرنسیں کی جائیں اور ماہ نومبر میں بنارس میں صوبائی کانفرنس کی جائے۔

بقیہ ص۱۴ کا

دھاگے میں پرو کر قومی اخلاق کے حسن کو دوبالا کر دیا تو دوسری طرف ہماری زبان کی شاعری میں صحیح واقعات کو نظم کرکے بہترین نمونے پیش کئے۔" (ماخوذ حیات شبلی)

تحریک ندوۃ العلماء پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء کو متعارف کرانے اور ہندوستان کے علمی حلقوں میں اسے باوقار مقام دلانے میں علامہ شبلیؒ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ ندوہ کا ایک زریں باب ہے، کوئی اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتا ہے چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے شاندار الفاظ میں علامہ کے ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں خدمات کا تذکرہ کیا ہے آج نئی نسل کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی داعیانہ تڑپ کے ساتھ ہی علامہ شبلیؒ کے اسلوب اور علمی تحقیق و جستجو اور طرز نگارش کے علاوہ اسلامی حمیت کو بھی اپنانے کی ضرورت ہے۔......

نذرانہ حمد
بدرگاہ رب العزت

— طفیل احمد مدنی —

اے کردگار ارض و سما تیری حمد ہے
اے شہریار روز جزا تیری حمد ہے
اے خالق صباح و مسا تیری حمد ہے
رب عطا و جود و سخا تیری حمد ہے
خوشبوئے گل، خرام صبا تیری حمد ہے
شاخوں کے جھومنے کی ادا تیری حمد ہے
تتلی کا رقص، گل کی ادا، باد نوبہار
پنہاں سبھی میں تیری ثنا تیری حمد ہے
کلیوں کا پھول بننا بھی تسبیح ہے تیری
چڑیوں کے چہچہوں کی نوا تیری حمد ہے
محسوس میں کروں نہ کروں اور ہے یہ بات
سب کی زباں پہ میرے خدا تیری حمد ہے
ایثار و غمگساری و ہمدردی و خلوص
ہر کار و بار صدق و صفا تیری حمد ہے
یارب قیام لیل بھی تعظیم ہے تیری
اور پچھلی شب کی آہ و بکا تیری حمد ہے
خلوت کے آنسوؤں میں بھی مضمر ہے تیری حمد
ٹوٹے ہوئے دلوں کی دعا تیری حمد ہے
سب کچھ دیا کسی کو، کسی کو برائے نام
تفریق بین شاہ و گدا تیری حمد ہے
اے وہ کہ بے نیاز ہے ہر شئی سے تیری ذات
یہ بحث فنا و بقا تیری حمد ہے
نسبت نہیں ہے غیر کو کچھ تیری حمد سے
سب سے علیحدہ و جدا تیری حمد ہے
پرتو ہے تیرے حسن کا ہر چہرۂ حسیں
اس پر بہار رنگ حیا تیری حمد ہے
ہے بے نیاز ماضی و فردا و حال تو
ہر لب پہ اس وجہ سے سوا تیری حمد ہے
جس کا تصورات احاطہ نہ کر سکیں
اس سے زیادہ اس سے سوا تیری حمد ہے
اپنی ہر اک خطا پہ پشیماں ہے طفیل
اس کا یہ اعتراف خطا تیری حمد ہے

اعلان تصحیح

۱۰ر جولائی کے تعمیر حیات میں صفحہ ۷ پر جو نظم "جوابی عید کارڈ" گرگٹ گورکھپوری کے نام سے شائع ہوگئی ہے، وہ نظم دراصل جناب عرفی آفاقی صاحب کی ہے۔